تفسیرِ آیاتِ اربعہ

آیت رضوان، دعوت اعراب، اظہار دین، معیت

افادات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حافظ عبد الرزاق ایم اے

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

تفسیرِ آیاتِ اربعہ

طٰہٰ ہٰ

آیت رضوان، دعوت اعراب، اظہار دین، معیت

افادات

حضرتُ العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حافظ عبدُالرزاق ایم اے

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع چکوال

تفسیر آیات اربعہ

بار دوم: ————— دسمبر ۱۹۹۸ء

خطاط: ————— غلام رسول

مطبع: ————— عالمین پریس۔ ریٹی گن روڈ، لاہور

ہدیہ: ————— پچیس روپے

ناشر: ————— ادارہ نقشبندیہ اویسیہ
دار العرفان منارہ ضلع چکوال

ناشر

تفسیر آیت رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ	بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ	یہ لوگ آپ سے درخت (شجرہ) کے نیچے
تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ	بیعت کر رہے تھے اور اُن کے دلوں
قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ	میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا پس
عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا	اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا
قَرِیْبًا وَّ مَغَانِمَ كَثِیْرَةً	اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی اور (اس
یَّاْخُذُوْنَهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا	فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو
حَكِیْمًا ؕ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ	یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست
كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ	بڑا حکمت والا ہے اور اللہ نے تم سے (اور
لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَیْدِیَ	بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے
النَّاسِ عَنْكُمْ وَ لِتَكُوْنَ	جن کو تم لوگے سردست تم کو یہ دے دی ہے

آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَّأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ط وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ط سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ط (سورۃ الفتح پ ۲۶)

اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کے لیے ایک نمونہ ہو جائے اور تاکہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا نہ مددگار۔ اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لیے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے اور آپ خدا کے دستور میں ردّ و بدل نہ پائیں گے

ان آیاتِ کریمہ میں ربّ العلمین نے رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے والوں کو چند دینی اور چند دنیوی انعامات سے نوازا۔ دینی انعامات کا اس پاک کتاب قرآنِ کریم میں اعلان فرمایا اور دنیوی انعامات کا بطور پیشینگوئی وعدہ فرمایا۔ روض الانف ج۲ ص۲۳۵

وفی روایۃ عن جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ كَانُوا أَلْفًا وَّخَمْسَمِائَةٍ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَوْتِ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ (حدیبیہ والے) ۱۵۰۰ تھے سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جان دینے کی بیعت کی۔

ان پندرہ سو بیعت کرنے والے صحابیوں کے ایمان کی شہادت رب العلمین نے دی ہے۔ ایمان تو بیعت سے پہلے بھی تھا۔ ان کے ایمان کا اعلان کیا اور بتایا کہ میں ان کے ایمان کا شاہد ہوں اور قرآن حکیم میں اعلان کر رہا ہوں کہ قرآن کریم قیامت تک ان کے ایمان کی شہادت دیتا چلا جائے گا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ جس کے ایمان کی شہادت خدا تعالےٰ دے اس سے بڑھ کر کون اور شاہد ہو سکتا ہے؟ کوئی ایمان دار جس کا ایمان قران پر ہے وہ ہرگز شک نہیں کر سکتا بلکہ قرآن کریم کی ان آیات کریمہ کے اعلان کے بعد بھی جو شخص بیعت کرنے والوں کے ایمان میں یا ان کے اسلام میں شک کرتا ہے وہ حقیقتاً ان کے اسلام و ایمان میں شک نہیں کر رہا بلکہ وہ قرآن کریم کو مشکوک کہہ رہا ہے جس سے ایمان جاتا رہتا ہے اور وہ وعدۂ خداوندی کو جھٹلا رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس کے ایمان کا خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں اعلان کیا ان کا خاتمہ یقیناً بِالْاِیْمَانِ ہوگا العیاذ باللہ اگر اس اعلان کے بعد ان کا خاتمہ بِالْاِیْمَان نہ ہو تو پھر باقی مخلوق کے ایمان کی تو خیر ہی کہاں۔

۲۔ رَبُّ الْعَالَمِیْن نے ایمانی شہادت کے بعد ان پر اپنی رضامندی کا اعلان بھی کیا گو راضی تو پہلے بھی تھا رضامندی کا اعلان اس بیعت کے بعد فرمایا اور یہ امر ظاہر ہے کہ جس پر خدا تعالےٰ راضی ہو محض راضی نہیں بلکہ رضامندی کا قرآن کریم میں اعلان بھی کر دیا ہے۔ ان کا خاتمہ بِاَکْمَلِ الْاِیْمَان ہی ہوگا اور رضامندی بھی بہ حرف تاکید کے جو لَقَدْ ہے۔ قَدْ بھی تاکیدیہ اور اس پر لام بھی ابتدائیہ تاکیدیہ داخل کیا۔ پھر رضامندی بھی صیغۂ ماضی سے بیان فرمائی کہ یہ بیعت کرنے والے میرے ازلی محبوب ہیں۔ میں ان سے پہلے سے راضی ہوں۔ خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور میری رضامندی سے ہی

دنیا سے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ عَلِیمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہے دلوں کا مالک ہے۔ ہم آج کسی سے راضی ہوتے ہیں اور کل اسی سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں آئندہ کے واقعات سے واقفیت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے دل بنائے ہیں اور ان کے رازوں سے بھی خوب واقف ہے۔ دیکھئے ابلیسِ لعین نے کئی ہزار سال عبادت کی مگر رضامندی کا اعلان اس کے متعلق نہیں فرمایا ؎

صد ہزاراں سال ابلیسِ لعین
بود از ابدال امیر المومنین

یاد رہے خداوند قدوس کی رضامندی کا نام ہی جنّت ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا وہ جنّتی ہوا اور جنّت محل رضا ہے۔

۳۔ اپنی رضامندی کے ساتھ بیعت کا ذکر بھی فرمایا۔ حالانکہ رسولِ خداؐ سے صحابۂ کرامؓ کی متعدد بار بیعت ہوئی مگر قرآن کریم میں اس مبارک بیعت کا ہی ذکر فرمایا۔ اس بیعت کی شان اور بیعت کرنے والوں کی شان بیان کرتے ہوئے اس مبارک شجر کا بھی ذکر فرمایا۔ علامہ باذل شیعہ نے حملۂ حیدری ص۲۱۵ ج۱ خوب فرمایا ؎

رسول مؤید بہ نیروئے بخت
بیاید سوئے سایۂ آں درخت
بر و تکیہ فرمود خیر البشر
بہ عزت ز طوبیٰ گذشت آں شجر

رسولِ خداؐ کے تکیہ فرمانے سے اس درخت کی شان طوبیٰ درخت سے بھی بڑھ گئی۔ علامہ باذل کے اس قول سے ایک عجیب بات ثابت ہوئی کہ رسولِ خداؐ کا جسمِ اطہر اس برکت و تقدس کا حامل تھا کہ جس چیز سے لگتا تھا اس کی شان دوبالا کر دیتا تھا۔ جب رسولِ اکرمؐ کے جسمِ اطہر کے مس کرنے سے اس شجر کی شانِ طوبیٰ

درخت سے بڑھ گئی تو جن جن انسانوں سے آپ کا وجودِ مبارک لگا ہوگا ۔ جیسے اُمّہاتُ الْمُومِنِیْنَ ہوئیں ۔ ان کی کیا شان ہوگی ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔

سوال :۔ مخالفین حضرات جن کا ایمان قرآن کریم پر نہیں ہے کہتے ہیں کہ یہ رضامندی وقتی تھی نہ کہ دائمی بلکہ ایک فعل پر تھی ۔ رضامندی کا تعلق فعل سے ہے نہ کہ صحابہ کرامؓ کی ذات سے اور وہ فعل اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تھا بیعت کے فعل پر راضی ہوا ۔ فعل ایک وقتی چیز تھی ۔ رضامندی بھی وقتی تھی ۔ رضامندی کی علت اِذْ تَعْلِیْلِیَّہ ہے ۔ لہٰذا مُتَعَلِّق رضا فعل بیعت ہوا نہ کہ ذاتِ صحابہ کرامؓ جب ذاتوں پر راضی نہ ہوا تو جنتی نہ ہوئے بدیں وجہ آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ میں بھی رضا کا تعلق فعل ہجرت و نصرت سے ہے نہ کہ ذاتوں سے ۔ رضا کا مُتَعَلِّق فعل ہجرت و نصرت ہوا ۔ وہ وقتی تھا رضا بھی وقتی تھی ۔ یہ تقریر سوال علامہ عبداللہ مشہدی نے اپنی کتاب "اظہار الحق" میں کی ہے ۔ اور بندہ پر بھی مناظرہ میں یہ سوال ہوا تھا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ دخول جنت رضاء الٰہی پر موقوف ہے ۔ مگر رضا کا باقی رہنا حُسنِ خاتمہ پر موقوف ہے اور بقائے ایمان پر اور عدم صدور اعمال محبطہ پر ۔

اَلْجَواب :۔ اوّل مناظرہ میں جو جواب دیا تھا وہ یہ تھا کہ بہرحال خدا تعالیٰ راضی ہوگیا ۔ خواہ جس چیز پر راضی ہوگیا ۔ جب راضی ہوگیا اور جن پر راضی ہوا وہ اہل ایمان جنتی مقبولِ خدا ہوئے ۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ خداوند کریم کی تھوڑی رضامندی بھی بہت بڑا انعام ہے ۔ رضامندی سے بڑھ کر کوئی بڑا مرتبہ نہیں ہے ۔

جواب دوم :۔ یاد رہے تعلق رضا کی علت فعل بیعت نہیں بلکہ فَعَلِمَ

مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ ۔ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے جس نے دِلوں کو پیدا کیا ہے وہ دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے ۔ بیعت رضوان والوں کے دِلوں کے رازوں کو جان کر اعلان رضامندی فرمایا ۔ ظاہری فعل پر تو وہ راضی ہوتا ہے جو اسرارِ قلوب سے جاہل اور انجام کار سے بے خبر ہو ۔ کیا خدا تعالےٰ کو یہ علم تھا کہ ان کے دِلوں میں خلافِ فعل ظاہر کچھ اور رہے یا علم نہ تھا اگر تھا تو ظاہر ہے کہ دھوکہ بازی ہوئی ۔ معاذ اللہ پھر خدا تعالیٰ کے کسی وعدہ پر اعتبار ہی نہ رہا ۔ اگر علم نہ تھا تو پھر خدا تعالےٰ معذور رہا مگر ایسے خدا سے پناہ جس کو انجام کا علم بھی نہ ہو ۔

سوم ۔ رضامندی وقتی نہیں ہے بلکہ دائمی ہے ۔ دوسری آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ .... رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ سورۃ التوبہ کی آخری سورت ہے اور اس آیت میں تعلقِ رضا کی علّت سبقت ہجرت ونصرت کو قرار دیا ۔ جیسا کہ مفسّرین بیان کرتے ہیں کہ ابُوبکر صدّیق رضؓ سابق فی الہجرت ہیں جو ہمراہِ رسُولِ خدا ہُوئی ۔ لَاشَکَّ اَنَّ اَبَابَکْرٍ سَبَقَ اِلَی الْھِجْرَتِ فَھُوَ مِنَ السَّابِقِیْنَ وَقَدْ اَخْبَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَلَاشَکَّ اَنَّ الرِّضٰی مُعَلَّلٌ بِالسَّبْقِ اِلَی الْھِجْرَتِ فَتَدُوْمُ بِدَوَامِھَا فَدَلَّ ذَالِکَ عَلٰی صِحَتِ اِیْمَانِہٖ وَاِمَامَتِہٖ وَعَدَمِ جَوَازِ الطَّعْنِ عَلَیْہِ ۔

ترجمہ :۔ اس میں شک نہیں کہ صدّیقِ اکبر رضؓ سابق فی الہجرت ہیں پس وہ سابقین اوّلین مہاجرین سے ہوئے اور خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے کہ وہ ان پر راضی ہے ۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ رضا کی علّت سبقت ہجرت ونصرت ہے رضامندی دائمی ہوگی کیونکہ ہجرت دائمی ہے ۔ پس آیت قرآنی ابوبکر رضؓ کے ایمان کی صحت پر خلافت کے صحیح ہونے پر اور طعن کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے ۔

خوب یاد رکھیں ۔ ہجرت و نصرت اور بیعت یہ عنوان نہیں بلکہ مُعنوَن ذاتِ اصحابِ رسول ہے ۔ باری تعالیٰ کی رضامندی کا تعلق صحابہ کرامؓ کی ذات سے ہے۔ ہجرت، نصرت اور بیعت تعلقِ رضا کی علّت ہیں ۔ نہ کہ مُتَعَلِّق ۔ لہٰذا یہ کہنا کہ بیعت یا ہجرت و نصرت کے فعل پر راضی ہوا تو قرآن کریم سے جہالت کی دلیل ہے ۔ باقی رضامندی کا دوام حسنِ خاتمہ اور بقائے ایمان پر رہا ۔ ٹھیک ہے جب خدا تعالےٰ نے بیعت رضوان والوں کے ایمان کی شہادت دے کر رضامندی کا اعلان فرمایا تو خدا تعالیٰ کو ان کے حُسنِ خاتمہ اور بقاءِ ایمان کا آخر عمر تک علم تھا تب ہی تو اعلان فرمایا دلوں کو جانتا تھا ۔ اعلانِ رضامندی میں ان کے خاتمہ بالخیر کی زبردست دلیل ہے۔ آپ کے بے مغز خرافات چند منٹوں کے لیے فرضی طور پر تسلیم بھی کر لیں کہ فعل پر راضی ہوا تو بھی ایمانی شہادت کے بعد رضامندی کا اعلان فرمایا ۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ رضامندی کا اعلان مؤمن کے لیے فرمایا ۔ جس طرح ان کا ایمان دائمی ہے ۔ آیت میں عموم ہے اس کا کوئی مخصص موجود نہیں ۔ اگر ہے تو پیش کریں ۔

یاد رکھیں آیت بیعت رضوان والوں کے ایمان اور رضامندی کا قطعی طور پر اعلان کر رہی ہے ۔ مدلول مطابقی آیت کا ایمان اور رضامندیٔ باری تعالیٰ ہے ۔ اب کوئی خبر واحد اس کے مقابلہ میں پیش کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے ۔ خبر واحد اپنے مافوق سے ٹکر کھا کر خود پاش پاش ہو گی ۔

جب بیعت رضوان والوں سے کوئی عمل صادر نہیں ہوا جو کہ محبطِ عمل بنے چہ جائیکہ محبط ایمان ہو ۔ اس آیت کے مقابلہ میں فدک کا قصّہ پیش کرنا اور حدیث قرطاس آفتاب پر خاک ڈالنا ہے ۔ یہ قصّے مخصص آیت قرآنی نہیں ہیں ۔ لہٰذا ۱۵ صد صحابی کا مومن ہونا ۔ خدا تعالیٰ کا ان پر راضی ہونا اور ان کا جنّتی ہونا اس آیت کریمہ سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا ۔ فَهُوَ مَقْصُوْدٌ ۔ ہاں جو شخص بوجہ عناد و عداوت

صحابہؓ پر طعن کرے اُسے قرآن سے اس بات کا ثبوت پیش کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے صحابہؓ کے ایمان اور رضامندی کے اعلان کے بعد عدم رضا اور حبط ایمان کا اعلان کیا ہو۔ حضور اکرمؐ نے صحابہؓ کے حق میں بھی اعلان فرمادیا۔

اَنۡتُمۡ خَيۡرُ اَهۡلِ الۡاَرۡضِ۔ تم پوری زمین پر بسنے والوں میں سب سے افضل ہو۔

انعام سوم :۔ فَعَلِمَ مَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ای مِنَ الصِّدۡقِ وَالۡوَفَاءِ یعنی ان کے دِلوں میں صدق وحق تھا۔ اور بیعت پر وفا کرنا تھی۔

چہارم :۔ فَاَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ عَلَيۡهِمۡ۔ قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ كُلُّ سَكِيۡنَةٍ فِى الۡقُرۡاٰنِ فَهِىَ طَمَانِيَةٌ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس کا اعلان ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں سکینہ کا ذکر آیا ہے اطمینان مراد ہے۔ یعنی اطمینان قلبی۔ قرآن کریم نے ان کے ایمان اکمل کی شہادت دے کر اور رضامندی کا اعلان کرکے بعد میں ان کے قلوب پر سکینہ نازل فرماکر دِلوں کو مطمئن فرمادیا کہ پھر ایمان میں کسی قسم کی جنبش نہ پیدا ہو۔ جس شخص کا قرآن کریم کی اس آیت فَاَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ عَلَيۡهِمۡ پر ایمان ہے وہ صحابہ کرامؓ پر ہرگز طعن نہیں کرسکتا۔ اگر ان میں بیعت کے بعد کوئی خرابی پیدا ہو تو یقیناً یہ جملہ فَاَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ عَلَيۡهِمۡ کا وعدہ غلط ہوگا۔ معاذ اللہ۔

انعام پنجم :۔ وَيَهۡدِيَكُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا۔ فرمایا میں بیعت رضوان والوں کا ہادی و رہبر ہوں اور ظاہر ہے کہ جس کا ہادی و رہبر خدا تعالےٰ ہو اس کو گمراہ کرنے والا کون ہے۔ فَمَنۡ يَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ یہ ہے نتیجہ نماز پنجگانہ کی دُعا اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ کا فاتحہ میں دُعا بتائی آخر میں وعدہ فرمایا کہ میں تمہارا ہادی ہوں اور وعدہ

بھی بصیغہ مضارع فرمایا کہ اب بھی مَیں ہادی ہوں اور آئندہ بھی مَیں ہی ہوں گا۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے آئندہ گنہگار ہونے کا الزام غلط ہوا۔ اگر اس الزام کو درست مان لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے آئندہ کے حالات سے واقف نہیں تھا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! بہرحال اس آیت قرآنی سے صحابہ کرامؓ کا ہدایت یافتہ ہونا ثابت ہو گیا۔ جو شخص ان کے گمراہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے وہ قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کے ذریعے بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرامؓ پر پانچ انعامات کا اعلان فرمایا۔

ان کے ایمان کی شہادت۔

رضائے خداوندی۔

انؓ کے دِلوں میں صدق و صفا کی موجودگی۔

طمانیۃ قلب۔

ان کی ہدایت کی ذمّہ داری اور ان کا ہدایت یافتہ ہونا۔

اگر عصمت انبیاء کی ذات سے مخصوص نہ ہوتی تو بیعتِ رضوان والوں کو معصوم کہنا کچھ بعید نہ تھا۔ اب پانچ دنیوی انعامات کا ذکر ہوتا ہے۔

۱۔ وَاَصَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا	یعنی فتح خیبر
قِيْلَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ الرُّجُوْعِ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ عَشَرَ لِيَالٍ اَوْ خَمْسَةَ عَشَرَ وَقِيْلَ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً۔	حدیبیہ سے واپسی کے بعد حضورِ اکرمؐ نے مدینہ طیبہ میں دس یا پندرہ یا بیس دن قیام کیا۔

اس کے بعد خیبر پر حملہ کر دیا اور فتح ہوئی اس لیے فتح قریب سے یہی مراد ہے۔

٢- وَمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا
اى مِنْ اَمْوَالِ يَهُوْدِ خَيْبَرَ وَ
كَانَتْ خَيْبَرُ ذَاتَ عِقَارٍ
وَاَمْوَالٍ وَّذَاتَ نَخِيْلٍ فَقَسَمَهَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ بَيْنَهُمْ۔

٣- وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً
تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ
وَكَفَّ اَيْدِىَ النَّاسِ عَنْكُمْ
وَلِتَكُوْنَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
وَهِىَ الْفُتُوْحُ الَّتِىْ يَفْتَحُ
لَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فِيْهِ
تَسْلِيَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اِنْصِرَافُهُمْ
مِّنْ مَكَّةَ بِصُلْحٍ فَعَجَّلَ لَكُمْ
هٰذِهٖ يعنى فتح خيبر وآيت لِلْمُؤْمِنِيْنَ
يعنى وَاسْتَحْصَلَ مِنْ بَعْدِكُمْ
آيَةً تَدُلُّهُمْ عَلٰى اَنْ مَا
وَهَبَكُمُ اللّٰهُ تَحَصَّلُ مِثْلُهٗ لَهُمْ

یہ وہ فتوحات ہیں جو انہیں قیامت
تک حاصل ہوتی رہیں گی۔ اس میں اہل
ایمان کی تسلی کا سامان ہے کیونکہ وہ مکّہ سے
صلح کرکے واپس آئے تو اللہ تعالےٰ نے
ان کے لیے یہ یعنی فتح خیبر کا سامان جلدی کر دیا

٤- وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا
قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا۔ قَالَ
ابْنِ عَبَّاسٍ هِىَ فَارِسُ وَالرُّوْمُ
وَمَا كَانَتِ الْعَرَبُ تَقْدِرُ عَلٰى

ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان سے مراد فارس
اور رُوم ہیں اور عرب لوگ اسلام سے
پہلے فارس اور روم سے جنگ کی طاقت

قِتَالِ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ بَلْ كَانُوْا حَوْلاً لَهُمْ حَتّٰى اَقْدَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ بِشَرَفِ الْاِسْلَامِ (خازن)

ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے تحت تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے ان کو اس قابل بنا دیا۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا

ان پانچ انعامات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بیان فرمایا۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ
اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ط

يعنی سَنَّ اللّٰهُ سُنَّةَ غَلَبَةِ اَوْلِيَآئِهٖ وَاَنْبِيَآئِهٖ عَلٰى اَعْدَآئِهٖ قَالَ تَعَالٰى لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ وَقَالَ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ وَقَالَ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ وَقَالَ تَعَالٰى وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ تَعَالٰى وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔

یعنی اللہ کی سنّت جاریہ ہے کہ اس کے انبیاء اور اولیاء کو اس کے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ غالب ہے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمّہ تھا۔ اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے آپ ہی کافی ہوگیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ وعدے کس زمانے میں اور کس کے ہاتھ پر پورے

ہوئے۔ وہی خلیفہ اللہ ہوا وہی خلیفہ رسول ہوا۔ وہی امیر المومنین ہوا۔ اور حدیبیہ والوں کو مخاطب کر کے جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا مصداق وہی شخص ہوا اس کے خلیفۂ برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں گو فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور فتح خیبر اور فتح مکہ آنے والے فتوحات کا پیش خیمہ اور مقدمہ تھیں۔ مگر اسلام نے جزیرۂ عرب سے باہر قدم نہیں رکھا تھا۔ البتہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں بیرونِ عرب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ اور انہیں کے مبارک عہد میں کفر کی پُرشوکت اور مستحکم سلطنتیں اسلام کے زیرنگیں آئیں اور وہ رُوم اور ایران کی سلطنتیں تھیں۔ ان غیر مسلم قوتوں کو قرآن کریم نے اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ اور وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا سے ظاہر فرمایا۔ ان شدید قوتوں کے ساتھ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں اسلام کی ٹکر ہوئی اور بفضل اللہ انہیں حضرات کے ہاتھوں یہ سلطنتیں پاش پاش ہوئی اور حضور اکرمؐ کے بعد عَلَى الْاِتِّصَالِ یہ خلافتیں قائم ہوئیں اور انہوں نے کفر کا زور توڑا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے یہ سارے وعدے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں پورے ہوئے۔

حدیبیہ والوں کے لیے ان وعدوں کے پورا ہونے کی صورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے یوں شروع ہوئی۔

۱۔ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ کے مطابق حضور اکرمؐ نے مغانم خیبر کی تخصیص بعیت رضوان والوں سے کردی اور یہ اموال صرف انہی حضرات میں تقسیم فرمائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا کہ قال تعالیٰ۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہم

ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں، آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے ہی یوں فرما دیا ہے تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔

اِن الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْصَرَفُوْا مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلٰى صُلْحٍ مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ وَلَمْ يُصِيْبُوْا مِنَ الْغَنَائِمِ شَيْئًا وَعَدَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَتْحَ خَيْبَرَ وَجَعَلَ غَنَائِمَهَا لِمَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَّةَ خَاصَّةً عِوَضًا عَنْ غَنَائِمِ اَهْلِ مَكَّةَ حَيْثُ انْصَرَفُوْا عَنْهُمْ وَلَمْ يُصِيْبُوْا مِنْهُمْ شَيْئًا۔

حدیبیہ سے مسلمان جنگ کئے بغیر صلح کر کے لوٹ گئے۔ کوئی غنیمت ہاتھ نہ آئی اللہ تعالیٰ نے فتح خیبر کا وعدہ فرمایا اور خیبر کے غنائم حدیبیہ والوں کے لیے مخصوص کر دیئے یہ گویا اس کے بدلے میں تھے کہ وہ حدیبیہ سے غنیمت حاصل کیے بغیر لوٹے تھے۔

قَالَ تَعَالٰى يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ اَیْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّغَيِّرُوْا وَيُبَدِّلُوْا مَوَاعِيْدَ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ حَيْثُ وَعَدَهُمُ اللّٰهُ غَنِيْمَةَ خَيْبَرَ

وہ لوگ خدا کی بات بدلنا چاہتے ہیں یعنی یہ چاہتے ہیں کہ اللہ نے حدیبیہ والوں سے خیبر کی غنیمت کا جو وعدہ کیا ہے اور وہ ان کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ اس وعدہ

لَهُمْ خَاصَّةً وَهٰذَا اَقُوْلُ کو بدل دیں۔ یہ جمہور مفسّرین کا قول ہے۔
اَلْجُمْهُوْرِ الْمُفَسِّرِیْن۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں اوّل یہ کہ جو لوگ اہل و عیال اور مال کے غیر محفوظ ہونے کا عذر کر کے بیٹھ گئے۔ اور حدیبیہ کی نعمت اور بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے معیت رسولؐ سے منع فرمایا۔ کہ تم آئندہ رسُول خدا کے ہمراہ ہو کر کسی قوم سے جہاد نہیں کرو گے۔

دوم:۔ فتوحات خیبر کے غنائم سے کوئی حصّہ حاصل کرنا غیر اہل حدیبیہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔

۲۔ واخریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا۔ دوسرا وعدہ صرف بیعت رضوان والوں کے ساتھ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوتے تو لَمْ تَقْدِرُوْا کی جگہ لَمْ تَقْدِرْ ہوتا۔ صیغہ جمع کا ہے۔ مفرد کا نہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قومیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اولی بأس شدید اور لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ فارس اور روم کی سلطنتیں ہیں یہ وعدہ ان لوگوں کے ہاتھوں پورا ہوا جنھوں نے بیعت رضوان میں حصّہ لیا اور اللہ تعالےٰ نے ان سے اپنی رضامندی کا اعلان فرما دیا۔ جس خلیفہ کے عہد میں یہ وعدہ پورا ہوا وہ اس آیت کا موعود لہٗ ہوگا۔ اور خلیفہ برحق ہوگا۔ یہ امر بھی مخفی نہیں کہ ایران و روم کی سلطنتیں حضور اکرمؐ کے عہد میں فتح نہیں ہوئیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئیں۔ اس لیئے ثابت ہو گیا کہ اس آیت کا مصداق خلفائے ثلاثہ ہیں۔

اس حقیقت کا اعتراف علامہ باذل نے حملہ حیدری میں ان الفاظ میں کیا ہے کہ دعوت العشیرہ کے موقعہ پر حضور اکرمؐ نے اپنے چچا ابُوطالب کے سامنے بطور پیش گوئی فرمایا تھا۔ (حملہ حیدری ۱ : ۱۶ طبع ایران)

که اے عم چه بد می کنم من بقوم — رہے می نمائم که یوماً فیوم
بیاید ازاں ازاں حکم ایشاں رواج — ستانند از خسرواں ساج و باج
ز ملک عرب تا دیار عجم — گذارند بر حکم ایشاں قدم

(حضور اکرمؐ نے فرمایا) چچا جان! میں اپنی قوم کے ساتھ کون سی بُرائی کر رہا ہوں۔ میں تو انہیں روز بروز ہدایت کی راہ دکھا رہا ہوں۔ ایک دن آئے گا کہ ان کا حکم دنیا میں جاری ہوگا۔ اور سلاطین دنیا ان کے باجگذار ہوں گے۔ عرب و عجم ان کے تابع فرمان ہوگا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر ابوطالب کی وفات کے وقت ان کی زبانی بیان کیا کہ

چنیں دیدہ ام من بچشمِ یقیں — که دینش بگیرد سراسر زمیں
ز ملک عرب تا دیار عجم — در آید بفرمان او یک قلم

(ابُوطالب نے کہا) میں نے نگاہِ یقین سے دیکھا ہے کہ حضورؐ کا دین عرب عجم میں پھیلے گا۔ اور انہی کا حکم دنیا میں چلے گا۔

علاّمہ باذل ایرانی مجتہد شیعہ نے ان اشعار میں دو باتوں کا اعتراف کیا ہے۔

اوّل: یہ کہ رسُولِ خدا کا دین پوری دُنیا میں پھیلے گا۔

دوم: یہ کہ مسلمان عرب و عجم کے مالک ہوں گے۔ تو یہ پیش گوئی اور خدا کا وعدہ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں پُورا ہوا۔ اس کا نقشہ بھی علاّمہ باذل نے یوں پیش کیا ہے:-

چناں شد که یک شب بعلمِ نجوم — چنیں گشت معلوم والیٔ رُوم
که از گردشِ نیلگوں آسماں — رَوَد مُلک از دست عیسائیاں
شوند از کساں دَر جہاں بادشاہ — که در دین شاں ختنه باشد رَوَا
بروزِ دگر با مداواں پگاہ — برآمد بر اندیشه قیصر بگاہ

طلب کرد پس نزد خود در زماں　　حکیماں و انجیل داں راہباں

چو کردند آں خبر داں انجمن　　درآمد شہِ رومیاں در سخن

بگفت آنکہ از گردش اختراں　　چنیں گشتہ بر دانش من عیاں

کہ بر کشورِ ما بزودی شوند　　مسلّط گروہے کہ ختنہ کنند

" ہوا یوں کہ قیصرِ روم کو ایک رات علمِ نجوم کے ذریعے معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا ملک ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور وہ قوم بادشاہی کرے گی۔ جن کے ہاں ختنہ کا رواج ہے۔ دوسرے دن صبح اس نے دانشوروں اور علمائے انجیل اور راہبوں کو دربار میں بلایا۔ جب یہ لوگ جمع ہوئے تو بادشاہ نے کہا کہ مجھے گردشِ آسمانی سے معلوم ہوا ہے کہ بہت جلد ہمارے ملک پر ایک ختنہ شدہ قوم مسلّط ہو جائے گی۔"

قیصرِ رُوم اپنے خواب کی تعبیر معلوم کر ہی رہا تھا۔ کہ حضرت دحیہؓ کلبی حضورِ انورؐ کا دعوت نامہ لے کر اس کے دربار میں پہنچے۔ جس میں حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ مسلمان ہو جا ورنہ ساری رعیت کا گناہ تجھ پہ ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ رُومی سلطنت خلفائے ثلاثہ کے عہد میں اسلام کے زیرِ نگیں آئی۔ اور خلفائے ثلاثہ کے جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ برحق ہونے کی گواہی آسمان کے ستاروں نے بھی دے دی۔

مُلّا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں بھی قیصرِ رُوم کے خواب کا ذکر قریباً انہی الفاظ میں کیا ہے۔

" واما قیصرِ رُوم کہ اُو ہرقل بادشاہ رُوم بود گفت در خواب دیدم کہ بادشاہ ختنہ کنندگان ظاہر گردیدہ است۔" (۲ : ۵۰۹)

۳۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس مصر کو جو دعوت نامہ بھیجا اس کے

متعلق علاّمہ باذل نے لکھا ہے۔ ؎

بود وصف آن خاتم انبیاء — کہ عیسیٰ خبر دادہ از وے بما

شود تابعِ او جہاں سربسر — چہ ایں ملک و چہ ملکہائے دِگر

(مقوقس نے کہا) کہ جو اوصاف تم نے بیان کئے ہیں۔ یہ شخص تو خاتم انبیاء ہوگا اس کی خبر عیسیٰؑ نے ہمیں دی ہے۔ مصر اور دوسرے ممالک اس کے تابع فرمان ہوں گے)

جب قاصد واپس آیا شاہِ مصر کا جواب حضور اکرمؐ کو سنایا۔ ؎

بفرمود درحق او ایں حدیث — بخیلے بمُلکش نمود آں خبیث

ولے آنکہ از قدرت ذوالجلال — نمی ماند از ملک برقے بحال

شنیدم کہ درعہدِ عادل عمرؓ — مقوقس رَواں شد بقعرِ سَقر

بتائید و فضل جہاں آفریں — بملکش مسلّط شدند اہلِ دیں

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اس خبیث کے قبضہ میں کچھ عرصہ تک رہے گا پھر اللہ کی قدرت سے اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

میں نے سُنا کہ عادل عمرؓ کے عہد میں مقوقس مصر واصلِ جہنم ہوا۔ اور تائید ایزدی اور فضلِ ربی سے اہلِ دیں اس پر قابض ہوگئے۔ (حملہ حیدری ۱ : ۲۳۶)

فائدہ :۔ حضور اکرمؐ کی یہ پیش گوئی فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں پوری ہوئی جن کو رسُولِ خدا نے دین دار کے لفظ سے یاد فرمایا اور علاّمہ باذل نے عادل عمرؓ کے متعلق کہا

۴۔ حضورِ اکرمؐ نے صلح حدیبیہ کے بعد کسریٰ ایران کو دعوت نامہ لکھا۔ اس نے دعوت نامہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پاؤں تلے مسل دیا۔ پھر حاکمِ یمن باذان کو حکم بھیجا کہ جاؤ اور نبیؐ عربی کو گرفتار کر کے لے آؤ۔ باذان نے فیروز دیلمی کو فوجی دستہ دے کر مدینہ روانہ کیا۔ اس واقعہ کو علاّمہ باذل نے بیان کیا ہے۔

شما سوئے باذان گردید باز | کہ کوتاہ شد آں آرزوئے دراز
بگوئید اوّل جواب سلام | رسانید آنگہ زمن ایں پیام
کہ از قدرت قادرِ ذوالجلال | شود پاک گیتی ز کفر و ضلال
ہم اہلِ ایران و اہلِ یمن | بزودی در آیند دَر دینِ من

(تم باذان گورنر کے پاس لوٹ جاؤ۔ تمہاری آرزو تو پوری نہیں ہوئی اسے سلام کا جواب دو اور میرا پیام سناؤ۔ کہ اللہ کی قدرت سے زمین کفر اور گمراہی سے پاک ہوجائے گی۔ تمام ایرانی اور یمنی جلد میرے دین میں داخل ہوجائیں گے۔)

(حملہ حیدری ۔ ۲۳۵/۱)

اور ملا باقر مجلسی نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے۔

اما کسریٰ پس چوں نامۂ حضرت را خواند نامہ را درید و حضرت او را نفرین کرد کہ ملک ایشاں بزودی زائل شود و چناں شد (حیاۃ القلوب ۲: ۵۱۱)

پھر لکھا ہے:

"مشت خاک از برائے حضرت فرستاد، حضرت فرمود کہ امّت من بزودی مالکِ زمین او خواہد شد" (حیاۃ القلوب ص ۵۱۲)

ان ہر دو شیعہ علماء نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایران اور یمن کو جلد میری اُمّت فتح کرے گی۔ اور میرا دین وہاں پھیلے گا۔ اور علاّمہ باذل نے تسلیم کیا کہ یہ زمین عادل عمرؓ کے ہاتھوں کفر و ضلال سے پاک ہوئی اور ان کے ہاتھوں وہاں دینِ اسلام پھیلا جسے رسولِ خداؐ نے "دینِ من" فرمایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ دیندار کے ہاتھوں ہی کوئی زمین کفر و ضلال سے پاک کی جاسکتی ہے۔ ثابت ہوا کہ آیت مندرجہ بالا میں فتوحات کے متعلق قرآن کریم کی تمام پیش گوئیاں خلفائے ثلاثہ بالخصوص فاروق اعظمؓ کے

ہاتھوں پوری ہوئیں گویا اس فاتح اعظم کا ہاتھ رسُولِ خداؐ کا ہاتھ تھا۔ اور اس کا پھیلایا ہوا دین رسُولِ خداؐ کا دین تھا۔ اگر ایسا نہیں تو تاریخ سے قرآن کی اس آیت کا کوئی اور مصداق پیش کیا جائے یا ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ خدا سے بھُول ہوگئی یا مجبور ہوگیا۔

اب پھر اس حصّہ آیت کو پڑھئے۔

وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا اور وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۔

۵۔ اصول کافی جلد سوم روضہ کافی ص۱۰۲ پر خندق کا واقعہ ان الفاظ میں بیان ہوا۔

لَمَّا حَضَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَنْدَقَ مَرُّوْا بِكُدْيَتِهٖ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ المعول مِنْ يَدِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْمِنْ يَدِ سَلْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا تفرقت بِثَلَاثِ فِرَقٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَقَدْ فُتِحَتْ عَلَيَّ فِيْ ضَرْبَتِيْ هٰذِهٖ كُنُوْزُ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ۔	جب حضور اکرمؐ خندق پر تشریف لائے تو حضرت علیؓ یا حضرت سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لی اور پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور فرمایا کہ میرے لیے قیصر و کسریٰ کے خزانے کھول دیئے گئے ہیں۔

کسریٰ و قیصر کے خزانے کس کے ہاتھ لگے تھے؟ حضور نے تو فرمایا کہ فُتِحَتْ عَلَيَّ" مجھ پر کھول دیئے گئے اور ظاہر ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں تو یہ خزانے

قیصر وکسرے کے اپنے پاس تھے۔ توجس کے ہاتھ لگے۔ وہ گویا حضورؐ کے ہاتھ ہی آئے اور وہ حضورؐ کا سچا جانشین ہوا اور وہ فاروق اعظمؓ کے بغیر بھلا کون تھا؟ علامہ باذل نے اس واقعہ کو یوں پیش کیا ہے۔

کہ یک گوشۂ سنگ ازہم شکست	دراں وقت برقے ازاں سنگ جست
کہ روشن شد آں دشت وصحرا تمام	برآورد تکبیر خیر الانام
بضرب دوم ضلع دیگر شکست	بدانگونہ برقے ازو باز جست
بفرمود تکبیر بار دوم	بزدپس براں سنگ ضرب سوم
دریں بارہم جست برقے چناں	نبیؐ شد بتکبیر رطب اللساں
شد ایں بار آں سنگ ریزہ زبر	نماند احتیاجش بضرب دگر
دراں دم بدو گفت سلماں چنیں	کہ اے خاک راہت سپہر بریں
ندیدم ہرگز کہ گردد پذیر	بدینگونہ برقے ز سنگ وحدید
چہ بد ایں وباشد چہ تعبیر آں	بہ تکبیر چوں برکشودی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر	کہ چوں جست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسرے بمن	دوم قیصر روم سوم ازیمن
سبب را چنیں گفت روح الامیں	کہ بعد از من انصار واعوان دیں
براں مملکتہا مسلط شوند	بہ آئین من اہل آں بگروند
بدیں مژدہ وشکر لطف خدا	بہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند آں مژدہ چوں مومناں	کشیدند تکبیر شادی کناں

خلاصہ: آپؐ کی پہلی ضرب سے پتھر کا ایک حصّہ ٹوٹا اس سے روشنی ظاہر ہوئی۔ حضورؐ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ دوسری ضرب سے کچھ حصّہ اور ٹوٹا اور روشنی نمودار ہوئی۔ حضورؐ نے اللہ اکبر کہا۔ تیسری ضرب پر بھی یہی عمل ہوا۔ اور پتھر ریزہ ریزہ

ہوگیا۔ سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا معاملہ تھا۔ میں نے پتھر اور لوہے کے ٹکرانے سے ایسی روشنی کبھی نہیں دیکھی۔ حضورؐ نے فرمایا پہلی مرتبہ مجھے روشنی میں کسریٰ ایران کے شاہی محل نظر آئے دوسری مرتبہ قیصر روم کے محل تیسری مرتبہ یمن کے محل نظر آئے۔ اس کا مطلب جبرئیل نے یہ بتایا ہے کہ میرے بعد دین کے حامی اور مددگار ان ممالک پر قابض ہوجائیں گے اور ان میں اسلام کا قانون رائج ہوگا۔ اس بشارت کو سن کر میں نے شکرانہ کے طور پر تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے جب یہ مژدہ سنا تو خوشی سے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔

(حملہ حیدری ۱ : ۱۶۵)

اور ملّا باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب ۲ : ۲۱۹ پر لکھا ہے۔

"ودر ہر مرتبہ برقے ساطع می شد کہ جہاں روشن می شد واللہ اکبر می گفت وصحابہ اللہ اکبر می گفتند پس فرمود کہ در برق اوّل قصرہائے یمن را دیدم وخدا آں را بمن داد ودر دوم قصرہائے شام را دیدم و خدا آں را بمن داد ودر برق سوم قصرہائے مدائن را دیدم و ملک شاہانِ عجم را بمن داد پس خدا فرستاد کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

ہر ضرب پر جو روشنی نکلتی اس سے گویا ایک جہان روشن ہو جاتا تھا اور حضورؐ اللہ اکبر کہتے اور صحابہؓ بھی تکبیر کا نعرہ بلند کرتے آپ نے فرمایا کہ پہلی روشنی میں مَیں نے یمن کے محل دیکھے کہ خدا نے وہ محل مجھے دے دیئے، دوسری مرتبہ شام کے محل دیکھے کہ خدا نے مجھے دے دیئے۔ تیسری مرتبہ مدائن کے محل دیکھے کہ خدا نے مجھے دے دیئے۔ پھر خدا نے یہ وحی بھیجی کہ آپ کے دین کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کرے گا خواہ مشرکوں کو یہ بات نہ بھائے۔

خندق کا کشفی واقعہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ ان ممالک کے فتح ہونے کے متعلق حقیقت کشفی طور پر دکھائی گئی پھر بقول باقر مجلسی بذریعہ وحی یہ پیشگوئی کی گئی اور علامہ باذل کے کہنے کے مطابق حضور اکرمؐ نے صاف فرمایا۔ میرے دین کے حامی اور ممد میرے بعد ان ممالک پر مسلّط ہوں گے اور مجلسی کے قول کے مطابق حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "یمن داد" مجھے دیئے۔ ان باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایران و روم، شام و یمن جن لوگوں کے ہاتھوں فتح ہوئے وہی دینِ حق کے حامی اعوان و انصار تھے اور ان کا مسلّط ہونا بعینہٖ رسولِ خدا کا مسلّط ہونا ہے یعنی حضور اکرمؐ کے سچے جانشین تھے۔ اگر خلفائے ثلاثہ کو کامل الایمان حامیانِ دین جانشینِ رسولؐ تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ خدا نے بھی غلطی کی۔ جبریلؑ نے بھی دھوکہ کیا اور رسولؐ نے بھی غلطی کی یا اس پیشگوئی اور اس آیت کا مصداق ڈھونڈنا پڑے گا مگر تاریخ کے اوراق سے خلفائے ثلاثہ کے بغیر اس کا کوئی اور مصداق ملتا ہی نہیں۔

اور حیات القلوب صـ ۲۷۱ ج ۲ پر علامہ مجلسی شیعہ یوں فرماتے ہیں:۔

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراعہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پر موئے بود پس فرمود کہ چگونہ خواہد بود حال تو در ہنگام دست رنج ہا بادشاہ عجم را در دست ہائے خود کردہ باشی پس چوں در زمانِ عمرؓ فتح مدائن کردند عمرؓ او را طلبید و دست رنج ہائے بادشاہ عجم را در دست ہائے او کرد و فرمود کہ چوں مصر و فتح کنید قبطیان را کشید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشاں است و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد و چوں او را فتح کنید کلیسائی کہ در جانبِ شرق آں واقع است آں را مسجد کنید

خلاصہ :- ابن شہر آشوب نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا کہ رسولِ خدا نے سراقہ بن مالک کے بازوؤں کی طرف دیکھا جو بالوں سے پُر تھے اور باریک تھے ۔ تو فرمایا اے سراقہ تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب بادشاہِ عجم یعنی ایران کے کنگن تو اپنے ہاتھوں میں ڈالے گا ۔ پس جب فاروقِ اعظمؓ کا زمانہ آیا ۔ ان کے زمانہ میں مدائن جو دار الخلافہ ایران تھا فتح ہوا تو فاروق اعظمؓ نے سراقہ بن مالک کو طلب کیا اور شاہِ ایران کے کنگن سراقہ کے ہاتھ میں ڈال دیئے اور حضور نبی اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جب مصر کو فتح کرو گے تو قوم قبطیہ کو قتل نہ کرنا کیونکہ حضرت ماریہ والدۂ ابراہیم ابن رسولِ خدا ان قبطیوں سے ہے ان کا خیال کرنا اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جب شہر رومیہ کو فتح کرو گے تو وہ گرجا جو جانبِ شرق واقع ہے اس کو مسجد بنا دینا ۔

فوائد :- بتاؤ یہ تین پیشگوئیاں کس کے زمانے میں پوری ہوئیں ۔

فاروقِ اعظمؓ نے حضورِ اکرمؐ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لیے خود سراقہ کو بلایا اور شاہِ ایران کے کنگن اس کے ہاتھ میں پہنائے اور باقی دونوں وصیتوں کو بھی نہایت اہتمام سے پورا فرمایا ۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ ۔

فاروقِ اعظمؓ نے اپنے عہد میں دین کی حفاظت اور اشاعت کے لیے مسجدیں بنانے کا یہ اہتمام کیا کہ جو مقام قبضہ میں آیا وہاں مسجد بنانے کا فوری طور پر حکم دے دیا اور مساجد میں ائمہ اور مؤذنوں کا تقرر فرمایا جن کی تعداد چار ہزار تک ہے ۔ اور نو سو جامع مسجدیں تعمیر کی گئیں اور بیت المقدس کی تعمیر بھی فاروقِ اعظمؓ نے کرائی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ ۔

قرآن مجید نے فاروق اعظمؓ کے کامل الایمان ہدایت یافتہ ہونے کی شہادت دے دی۔ بلکہ قرآن کریم تو یہ اعلان کرتا ہے کہ مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ اس لیے فاروقِ اعظمؓ کی خدمتِ اسلام کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بیعتِ رضوان والوں کی وفاداری اور ان کی شان کا اعتراف عروہ بن مسعود ثقفی نے اس وقت کیا جب اسلام نہیں لایا تھا۔ علامہ باذل نے حملۂ حیدری کے صفحہ ۲۱۲ جلد ۲ پر ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

کہ من آنچہ دیدم زیارانِ او — ازاں سر بکف جاں نثارانِ او
در ایران و در روم و در زنگبار — نہ دیدم زنیک و بد آن دیار
کہ دارند پاسِ شاہ خود چنیں — بسائید بر نقشِ پائش جبیں
محمدؐ گر اندازد آب دہن — بر آں آب خوں می کنند انجمن
کہ گیرند و مالند بر چشم و رو — وزاں آب تازہ کنند آبرو
غرض اے دلیرانِ ما نام و ننگ — نہ دارد برائے شما سرفہ جنگ
کہ ایشاں ز ما بر نہ تابند رو — بجا ہائے نازک رسد گفتگو
ہماں بہ کہ ایں قصّہ کوتاہ کنید — ازاں پیش کہ راہ کنند راہ دہید

میں نے حضورؐ کے ساتھیوں کو جان قربان کے لیے سروں کو ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے دیکھا میں نے ایران، روم، اور زنگبار کے علاقوں میں کوئی ایسا (نیک اور بد لوگوں میں) نہیں دیکھا جو اپنے بادشاہ کی اتنی عزت کرتا ہو جتنی کہ حضورؐ کے صحابہؓ ان کی عزت و قدر کرتے ہیں اور جس طرح وہ حضورؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں دوسرا کوئی نہیں چلتا۔ اگر حضورؐ منہ سے پانی (تھوک) زمین پر پھینکتے

ہیں تو اس کو حاصل کرنے کے لیے جملہ حضرات خون گرانے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔ اس (تھوک) کو حاصل کر کے اپنی آبرو کو تازہ کرنے کے لیے آنکھوں اور چہروں پر ملتے ہیں غرض یہ کہ وہ آپ کے خلاف جنگ کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ حالات نازک مرحلہ پر آپہنچے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس قصّہ کو مختصر کریں پیشتر اس کے کہ وہ زبردستی مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے راستہ مانگیں انہیں راہ دے دو۔

فوائد: اہل حدیبیہ کی عقیدت جاں نثاری اور وفاداری کا اعتراف ایک کافر نے کیسے جامع انداز میں کیا اور شیعہ عالم نے کیسا عمدہ بیان کیا۔ اب اس بیعت کی تفصیل بھی علاّمہ باذل کی زبانی سنیئے۔ (حملہ حیدری ۲ : ۲۱۵)

رسول مؤید بہ نیروئے بخت — بیامد سوئے سایہ آں درخت
برو تکیہ فرمود خیر البشر — بعزت زطوبیٰ گذشت آں شجر
بفرمود تا اہل دینِ حنیف — بیائید نزدش وضیع وشریف
دلیراں ہماں دم بفرمانِ اُو — کمر بستہ رفتند از چار سو
چوں مجمع نمودند انصار دیں — بدیشاں چنیں گفت سالارِ دیں
کہ جہال گردن کشانِ قریش — نہادند از کثرت وکین وطیش
فراتر زِ اندازۂ خویش پا — کنوں نیست مارا بجز جنگ رای
بپاسخ بگفتند اصحابِ دیں — کہ یاری دہت باد جاں آفریں
بحکم تو بودیم در انتظار — چو بر جنگ رائے تُرا شد قرار
قدم پیش بگذار و مارا بہ بیں — کہ چوں می زنیم آسمان بر زمیں
برایشاں نبیؐ آفریں کرد وگفت — کہ تائیدِ حق باشما باد جفت
ولے از شما خواہم اے اہل دیں — بحکمِ خدا بیعت ایں چنیں
کہ ورزند چنداں ثبات قدم — کہ گیرید از دستِ دشمن حرم

دگر آں کہ از گردش آسماں — نگردید فیروز بر دشمناں
ہمہ کشتہ گردید در کارزار — نہ گیرید در پیش راہ فرار

خلاصہ :- حسنِ اتفاق سے حضورؐ درخت کے سایہ میں تشریف لائے آپ کے اس درخت سے تکیہ اور سہارا کی وجہ سے اس کی شان طوبیٰ سے بھی زیادہ ہوگئی۔ حضورؐ نے ہر طبقہ کے لوگوں (صحابہؓ) سے کہا کہ وہ قریب آجائیں۔ چاروں طرف سے فوراً دلیرانِ اسلام جمع ہوگئے۔ حضورؐ ان سے مخاطب ہوئے کہ قریش حد سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لیے سوائے جنگ کے اب کوئی چارۂ کار نہیں۔ ان دیندار صحابہؓ نے آپ کو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو ہم تو آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ اگر آپ کی رائے مبارک جنگ کرنا ہے تو دیکھیں کہ ہم آسمان کو کس طرح کاٹ کر زمین پر لاتے ہیں۔ حضورؐ نے آپ کو شاباش فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی امداد آپ کے شاملِ حال ہو۔ میں آپ سے حکمِ خداوندی کے تحت بیعت لینا چاہتا ہوں کہ دشمن کے خلاف اس قدر ثابت قدمی سے لڑیں کہ حرم پاک حاصل کر لیں دوسرا یہ کہ اگر بالفرض آپ دشمن پر کامیابی حاصل نہ کرسکیں اور جنگ کا نقشہ بدل جائے تو آپ تمام اپنی جانوں کو اس میدانِ کارزار میں قربان کر دیں گے اور راہِ فرار کبھی بھی اختیار نہیں کریں گے۔

فائدہ :- یہ بیعت صرف جان قربان کرنے کے لیے لی گئی اور دیکھیے کہ ان جاں نثاروں نے کس شوق اور کس خوشی سے حضور اکرمؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جاں نثاری کا عہد کیا۔ گو اس موقع پر ان کی جاں نثاری کا عملی مظاہرہ نہ ہوسکا مگر وہ لوگ اس جماعت میں سے ہی تھے جنہوں نے اس عہد کو یوں پورا کیا کہ روم کی سلطنت جو چار صد سال سے ایک خاندان میں چلی آرہی تھی اس میں دین کا ڈنکا بجا دیا اور ایران کی حکومت جس کے استحکام میں گیارہ صدیاں گزر گئی تھیں کفر و ضلالت سے اس

مقدس گروہ کے ہاتھوں پاک ہوئی جس کی قیادت جانثارِ رسولؐ فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں تھی۔ فاروقِ اعظمؓ نے ۱۳ھ میں مسندِ خلافت سنبھالی۔ سب سے پہلے حضور اکرمؐ کے نامۂ مبارک کی بے حرمتی کرنے کا انتقام لینے کے لیے ایرانیوں سے جنگ کرنے کا منصوبہ بنایا اور ۱۵ھ میں ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ اس میں فاروق اعظمؓ کے اضطراب کا وہی عالم تھا جو حضور اکرمؐ کا جنگِ بدر میں تھا۔ فاروق اعظمؓ نے صبح کی نماز میں مسلمانوں کی فتح کے لیے دُعا قنوت پڑھنا شروع کر دیا۔ اور عام بھرتی کا اعلان کر دیا۔ سعد ابن ابی وقاصؓ کو سپہ سالار بنا کر اس محاذ پر بھیجا۔ کل تعداد ساٹھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ جس میں ایک ہزار صحابی تھے اور ان میں ننانوے بدریؓ تھے۔ دوسری طرف ایرانیوں نے اپنی ساری قوت اور ساری دولت اس فیصلہ کن جنگ میں جھونک دی۔ نتیجتاً ایک لاکھ ایرانی قتل ہوئے اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں کا ایران پر قبضہ ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ "وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا وَقَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا" فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ قادسیہ کی جنگ میں تائیدِ غیبی کے جو چند واقعات پیش آئے وہ بھی سن لیجئے۔

۱۔ جنگ کے پہلے روز ہرمزان حاکم آذربائیجان ایک تیز رو گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور کہا "آج ہم عربوں کو کچل دیں گے"۔ کسی نے کہا "کہو اگر خدا نے چاہا" جواب میں کہنے لگا "خدا چاہے نہ چاہے" یہ الفاظ سنتے ہی حضرت منذر بن حسام نے ایک تیر مارا گھوڑے سے گرا اور مر گیا۔

۲۔ جنگ کے دوسرے روز حضرت عمرو بن معدی کرب نے ایرانی فوج پر تنہا حملہ کر دیا۔ کئی ایرانی قتل کئے آخر فوج نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ ان کا گھوڑا مارا گیا۔ تو ایک ایرانی سپاہی کے دوڑتے ہوئے گھوڑے کو ٹانگ سے پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ ایرانی سوار گھوڑے سے اُتر کر بھاگا اور آپ اس کے گھوڑے پر

سوار ہو گئے۔

۳۔ جنگ کے پہلے روز ایک ایرانی پہلوان گھوڑے پر سوار اکڑتا ہوا اور بکواس کرتا ہوا میدان میں آیا۔ اس کے مقابلہ میں ایک کمزور پست قد دُبلا پتلا مسلمان باہر نکلا۔ ایرانی نے پہلے وار میں اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی رسّی اپنی کمر سے باندھی ہوئی تھی۔ جب وہ مسلمان کا سر کاٹنے لگا تو اچانک گھوڑا ڈر کر بھاگا اور وہ ایرانی پہلوان کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا۔ اس مسلمان نے فوراً اُٹھ کر تعاقب کیا اور اُسے قتل کر دیا۔

۴۔ لڑائی کے اختتام پر ایرانیوں نے دریا کا پل توڑ دیا کہ دار الخلافہ کو مسلمانوں سے بچالیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور بارگاہِ الٰہی میں فاروقِ اعظمؓ کے عدل و انصاف کا واسطہ دے کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ساری فوج نے ان کی تقلید کی۔ جب تھک جاتے تو قدرتِ الٰہی سے دریا میں خشک جگہ نمودار ہوتی اور وہ آرام کر لیتے۔ ساری فوج صحیح وسلامت دریا کے پار ہو گئی۔ صرف ایک آدمی کا لکڑی کا پیالہ پانی میں رہ گیا۔ جس کو دریا کی لہر نے باہر پھینک دیا۔

اسی طرح کا خرق عادت کا واقعہ روم کی لڑائی میں پیش آیا۔ جب مسلمانوں نے یرموک کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد حمص کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے قلعہ کی دیواریں گر گئیں۔ اور زلزلہ آگیا اور عیسائی صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ایسے واقعات سے آیت کریمہ کے حصّہ قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِھَا کی حقیقت کی کچھ جھلک نظر آتی ہے یعنی حَفِظَھَا اللّٰہُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ لَا یَجْرِیْ عَلَیْھَا ھَلَاکٌ اِلٰی اَنْ یَاْخُذَھَا الْمُسْلِمُوْنَ کا حاملۃ الحراس بالخزائن یعنی ان ملکوں اور خزانوں کو خدا تعالیٰ نے صحابہؓ کے

لیے اس طرح محفوظ رکھا تھا۔ جیسے کوئی محافظ خزانے کی حفاظت کرتا ہے۔
حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم ؐ کے ذریعے مسلمانوں سے جو وعدے کئے
تھے وہ پُورے ہو کر رہے۔

ع

نبیؐ کے مُنہ سے جو نکلی وُہ بات ہو کے رہی

تفسیرِ آیت اظہارِ دین

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ (الفتح)

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

(التوبہ)

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ

اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ
مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ
الْكَافِرُوْنَ ۔ (الصف)

قرآن مجید میں ان تین مقامات پر اظہارِ دین کا اعلان معمولی سے اختلاف سے کیا گیا ہے ۔ پہلی آیت سورۃ الفتح کی ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی بظاہر اس مغلوبانہ صلح سے صحابہ کرامؓ کے دِلوں کو بڑا رنج پہنچا یہ سورۃ صحابہؓ کے مجروح دلوں کے لیے مرہم ثابت ہوئی ۔ اس ساری سورۃ میں عجیب عجیب طریقہ سے صحابہ کرامؓ کی دلداری کی گئی ہے ۔ کہیں ان کے فضائل بیان فرمائے کہیں انہیں فتح عظیم کی خوشخبری سنائی ۔ کہیں فتوحات کے وعدے کیے گئے اور کہیں انہیں یقین دلایا گیا کہ تمہارے دین کو غلبہ دیا جائے گا ۔ تمہارے اور تمہارے دین کے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کیا جائے گا اور کہیں انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیا گیا ۔

قرآن مجید میں بعثتِ رسولؐ کے دو اہم مقاصد بیان کیے ہیں ۔ اوّل یہ کہ دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کیا جائے ، دوم یہ کہ اخوتِ اسلامی پیدا کر کے اقوامِ عالم سے انتشار ، افتراق اور فتنہ و فساد کو ختم کیا جائے مگر ان دونوں میں بھی پہلا امر مقصد ہے اور دوسرا اس مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے لہٰذا پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ حضور اکرمؐ نے کیا صحابہ کرامؓ میں باہمی اتحاد اور اخوّت کا جذبہ پیدا کر لیا تھا پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس جذبہ کے ذریعے کیا حضورؐ کے صحابہؓ کے ہاتھوں دین کے غلبہ کا مقصد پُورا ہوا ؟

اس آیۃ کریمہ کا حقیقی مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ غلبہ سے مراد کیا ہے ؟ اس کی دو صورتیں ہیں ۔ اوّل دلائل و براہین سے یعنی اپنے دین کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے ایسے دلائل پیش کیے جائیں کہ دوسرے تمام مذاہب کا بطلان ثابت ہو جائے اور دینِ حق کی حقانیت واضح ہو جائے ۔ یہ غلبہ علم و استدلال کا ہے

جو کتابوں یا ذہنوں تک محدود رہتا ہے۔ دوسرا غلبہ وہ ہے جو قوت اور حکومت سے جہاد کے ذریعے اقوامِ عالم پر حاصل ہو۔ آیۃ قرآنی میں دونوں قسم کا غلبہ مراد ہے قرآن مجید میں جن قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استدلال اور برہان کا غلبہ مادی قوت کے سامنے بظاہر کامیابی نہیں ہوتا، دیکھیے حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے جو دلائل اور معجزات پیش کیے ان کے مقابلے میں استدلال کے میدان میں تو فرعون ہار گیا مگر اس کے پاس طاقت تھی اقتدار تھا اس لیے غالب ہی رہا۔ اور حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو ملک چھوڑنا پڑا۔ اسی طرح قریش مکہ حضور اکرمؐ کے مقابلے میں دلائل و براہین کے میدان میں ہار گئے مگر قوت ان کے پاس تھی اور حضور اکرمؐ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ مگر یہ وہی مکہ ہے کہ جب حضور آٹھ سال بعد حاکمانہ قوت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو سرارانِ قریش کو ہار ماننے بغیر کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ جس طرح دین کے غلبہ کے لیے اہلِ دین کا اتحاد اور اتفاق ضروری ہے۔ اس طرح دلائل سے غلبہ بھی سیف وسناں کا محتاج ہے۔

بہرحال ان آیات میں غلبہ سے مراد غلبۂ سیف وسناں ہے۔ جس کی دلیل سورۂ فتح کا نفس مضمون ہے کہ اس میں صحابۂ کرامؓ کو کفار کی مغلوبیت اور مغانم کثیر کی خوشخبری سنائی اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو جنگ کر کے کفار کی مغلوبیت کے بعد حاصل ہو۔ یعنی غنیمت بغیر جہاد حاصل کرنا محال ہے۔ خندق کی کھدائی کے موقع پر حضور اکرمؐ نے کشفی صورت میں قیصر وکسریٰ کے خزانوں کو مسلمانوں کے قبضہ میں آنا مشاہدہ فرمایا ملّا باقر مجلسی نے آیت کی شانِ نزول میں یمن، ایران، رُوم وشام پر مسلمانوں کے فتح کرنے کا ذکر کیا ہے پورا حوالہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کشف کے طور پر ان ممالک کے بادشاہوں کے محلات دکھائے پھر آیت لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ نازل فرما کر وحی کی مہر ثبت فرمادی یعنی اے میرے رسولؐ آپ کے کشف کا

مطلب یہ ہے کہ یہ تمام ممالک جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین سلطنتیں ہیں آپکی امت کے قبضہ میں دے دی جائیں گی اور آپ کے دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حکومتیں دلائل سے مغلوب نہیں ہوتیں بلکہ طاقت اور جہاد سے غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا وَقَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا میں ایران اور روم کی حکومتیں مسلمانوں کے قبضہ میں دینے کا وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ جہاد کے ذریعے پورا ہوا اسی طرح "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" سے ان سلطنتوں میں دینِ حق کے غلبہ کی خوشخبری سنائی۔ یہ خیال رہے کہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ سے فتح مکہ مراد نہیں ہے کیونکہ مکہ میں کوئی مستقل حکومت بھی نہ تھی اور اہلِ مکہ کا کوئی ایسا دین نہ تھا جو استدلالی اور مادی قوت کے ذریعے دنیا کے معتدبہ حصّہ پر چھایا ہوا ہو۔ پھر ملّا باقر مجلسی نے وعدۂ غلبہ میں ایران، روم، شام اور یمن کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا مراد بھی وہی ہوئے اور یہ بھی نہ کہا جائے کہ یہ وعدہ امام مہدی کے زمانہ میں پورا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ ان لوگوں سے کیا جو صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔ امام مہدی نہ اس زمانہ میں موجود تھے نہ مخاطب تھے نہ انہوں نے یمن، روم، شام اور ایران کو فتح کیا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کرے حدیبیہ والوں سے اور حکومت اور خزانے دے امام مہدی کو۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ پس معلوم ہوا کہ "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حکومتوں پر جو اس وقت دنیا کی مستحکم ترین حکومتیں تھیں اور ان دینوں پر جو اس وقت اقوامِ عالم کے ذہنوں پر مسلّط تھے دینِ حق کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دینِ حق کا ایسا دوگونہ غلبہ یعنی استدلال اور اقتدار کا غلبہ مسلمانوں کو نبی اکرمؐ کے زمانہ میں اقوامِ عالم پر حاصل نہیں ہوا۔ لہٰذا جس دور میں یہ وعدہ پورا ہوا۔ وہ اس آیت کا مصداق ٹھہرا اور اس دور کی حکومت قرآن کی موجودہ

حکومت ٹھہری اور اس دور کے حاکم کا ہاتھ رسول کا ہاتھ ٹھہرا اور اس جانشین کے ہاتھوں اس پیشگوئی کا پورا ہونا بعینہٖ ایسا ہے جیسا رسولِ خدا کے ہاتھوں یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دین کو ایسا غلبہ خلفائے ثلاثہ بالخصوص فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھوں حاصل ہوا۔ اظہارِ دین کا خلاصہ یہ ہوا کہ؛

۱۔ جو دین محمدؐ رسول اللہ لے کر مبعوث ہوئے حضور اکرمؐ نے اس کی دعوت عام دے دی اور پورے کا پورا دین ظاہر کر دیا۔ لہٰذا جو دین رسولؐ اکرم نے پیش نہیں فرمایا وہ نہ دین حق ہے نہ دینِ رسولؐ جو دین اس وقت ظاہر نہ ہوا مستور رہا وہ بھی دینِ رسولؐ نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ رسول نے بعثت کا حق ادا نہ کیا۔ معاذاللہ (۲) علمائے شیعہ کو اس حقیقت کا اقرار ہے کہ آیت اظہارِ دین سے مراد فتوحاتِ ایران و روم ہیں کہ دینِ اسلام ان پر غالب آئے گا اور یہ حکومتیں اور ان کے مذہب مغلوب ہو جائیں گے (۳) یہ حکومتیں اور ان کے خزانے رسولِ اکرم کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئیں گے جیسا کہ علامہ باذل نے بیان کیا ہے کہ

به پاسخ چنیں گفت خیر البشرؐ — که چوں جست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسرے بمن — دوم قیصر روم سوم از یمن
سبب را چنیں گفت روح الامین — که بعداز من انصار و اعوانِ دین
بران مملکتہا مسلّط شوند — به آئین من اهل آن بگروند

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود حضور اکرمؐ نے یہ واضح فرما دیا کہ اظہارِ دین کی پیشینگوئی میرے اعوان و انصار کے ہاتھوں پوری ہوگی چنانچہ حضور اکرمؐ کے جاں نثار اعوان و انصار نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ پیش گوئی پوری کر دکھائی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تفسیر آیت دعوت اعراب

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ
الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ
اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ
شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ
اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ
تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ
اَجْرًا حَسَنًا۔ وَاِنْ
تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ
مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا۔

آپ اُن پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں
سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم
لوگ ایسے لوگوں سے لڑنے کی طرف
بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے
ہونگے۔ کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا
وہ مطیع اسلام ہو جائیں۔ سو اگر تم
اطاعت کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک
عوض (یعنی جنت) دے گا۔ اور اگر
تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے
جیسا کہ اس سے قبل روگردانی کر چکے
ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا

آیت کا پس منظر: ۶ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور اعلان فرمایا کہ ہر جوان مسلمان میرے ہمراہ جائے۔ شاید قریش مانع ہوں اور جنگ ہو جائے تو ہمارا نقصان نہ ہو۔ اس دعوت پر ۱۵۰۰ اصحابہ حضورؐ کے ہمراہ ہو گئے۔ مگر بدوؤں کے چند قبائل اس مہم میں شامل نہ ہوئے مثلاً اسلم، جہینہ،

مزینہ، غفار اور اشجع۔ جب حضور اکرمؐ اس سفر سے واپس آئے تو یہ قبائل طرح طرح کے عذر پیش کر کے اپنی معذوری کا اظہار کرنے لگے۔ درحقیقت وہ معذور نہ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاص سے ان پر فوری گرفت نہ فرمائی بلکہ انہیں مہلت دی اور فرمایا تمہیں موقع دیا جائے گا کہ تم اپنی وفاداری کا ثبوت دو۔ عنقریب ایک بلانے والا تمہیں جہاد کے لیے بلائے گا۔ اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو تمہیں نہایت عمدہ اجر ملے گا۔ اگر تم نے پھر بھی اس کی نافرمانی کی تو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اس آیت میں ان بدو قبائل کو خطاب کیا گیا ہے۔

اب اس دعوت کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ سَتُدْعَوْنَ میں فعل کی نسبت کسی خاص فاعل کی طرف نہیں کی گئی۔ یہ دعوت دینا خدا کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ رسولِ خدا کی طرف سے بھی اور نائب رسولِ خدا کی طرف سے بھی۔ مگر یہ بلانا ان میں سے خواہ کسی کی طرف سے ہو۔ یہ بلانا بالکل ایسا ہو گا جیسا خدا اور رسولؐ کا بلانا۔ اس بلانے والے کی دعوت پر اس کی اطاعت کرنے کا وہی اجر ہو گا جو خدا و رسولؐ کی اطاعت پر ہو سکتا ہے اور اس کی نافرمانی کی وہی سزا ہو گی جو اللہ و رسولؐ کی نافرمانی پر ہو سکتی ہے۔

۲۔ جس طرح غروبِ آفتاب سے فوراً بعد تاریکی نہیں چھا جاتی۔ بلکہ دن کی روشنی کا اثر کافی دیر تک رہتا ہے اور رفتہ رفتہ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اسی طرح آفتابِ رسالت کے چھپ جانے کے بعد فوراً اندھیرا نہیں ہو گیا۔ بلکہ حضورؐ کے جانشینوں کے عہد میں آفتابِ رسالت کی روشنی کا اثر باقی رہا۔

۳۔ اِلٰی قَوْمٍ۔ قوم کا لفظ بطور نکرہ استعمال ہوا۔ معلوم ہوا کہ قوم سے مراد قوم عرب نہیں۔ کیونکہ عربوں کے ساتھ تو اس سے قبل کافی جنگیں ہو چکی تھیں اور قوم عرب ہی مراد ہوتی تو الیٰ قوم کی جگہ سَتُدْعَوْنَ اِلَیْهِمْ مَرَّةً اُخْرٰی ہوتا۔

اور اس قوم کی صفت اولی بأس شدید بیان فرمائی - اور یہ سوائے ایران یا روم کے اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی - کیونکہ اس وقت دنیا کی مستحکم ترین اور جنگجو اقوام صرف یہی قومیں تھیں، اس دعوت کے موقعہ پر یا تو اس قوم سے جنگ ہو گی - یا مسلمان ہو جائے گی - یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے - اسلام لانے کی قید کی وجہ سے اس آیت کے مصداق میں وہ جنگ نہیں آسکتی جو قصاص عثمانؓ کے سلسلے میں ہوئی - یہ جنگ احکام خلافت منوانے کے لیے ہوئی تھی - اور وہ لوگ پہلے ہی مسلمان تھے اور غیر قوم بھی نہیں تھی - اس قید سے وہ جنگ بھی خارج ہوئی جو دشمن کو محض خوفزدہ کرنے کے لیے ہو جیسے غزوۂ تبوک - گو یہ جنگ غیر عربوں سے تھی مگر اس میں جنگ فی الواقع نہ ہوئی نہ وہ لوگ اسلام لائے -

۵ - اگر حضور اکرمؐ پر نبوت ختم نہ ہوتی تو اس آیت کے مطابق اعراب کو بلانے والا نبی ہوتا جس کی اطاعت پر اجر حسن کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب الیم کی وعید سنائی گئی - یہ بات لفظ تشبیہہ کما سے اور واضح ہو جاتی ہے - کما تولیتم من قبل سے اس بلانے والے کی اطاعت و نافرمانی ایسی ہے - جیسا رسولؐ خدا کی اطاعت و نافرمانی - مگر نبوت تو ختم ہو گئی اس لیے لازماً یہ بلانے والا نبی کا سچا جانشین ہی ہو سکتا ہے -

۶ - اب دیکھنا یہ ہے کہ (ا) ان اعراب کو کیا رسولِؐ خدا نے کسی غیر قوم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بلایا - صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرمؐ کی عربوں سے تین جنگیں ہوئیں - خیبر، فتح مکہ اور حنین اور غیر قوم کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے صرف ایک مہم بھیجی گئی جو تبوک کی تھی - مگر اس مہم میں نہ مخالف سے جنگ ہوئی نہ وہ اسلام لائے -

اس دعوت کے تمام پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس

کی مزید وضاحت کردی جائے۔ سو آیت میں تمام صیغے خطاب کے ہیں، سَتُدْعَوْنَ تُقَاتِلُوْنَهُمْ ، فَاِنْ تُطِيْعُوْا ، وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ، كَمَا تَوَلَّيْتُمْ ، يُعَذِّبْكُمْ ۔ یہ خطاب ان بدؤں کو ہو رہا ہے جو عمرہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے واپسی پر وفد پیش کئے کہ شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا پھر انہوں نے معافی کی درخواست کی کہ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۔ مگر یہ سب ظاہری باتیں تھیں۔ حقیقت اللہ تعالیٰ نے بتا دی کہ ان کا خیال یہ تھا کہ لَنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا پھر دعوت دینے والا ایسی قوم کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بلائے گا جو اولی بأس شدید ہے۔ یعنی غیر عرب بھی ہوگی اور سخت جنگجو بھی ہوگی پس اس آیت کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو عمرۂ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ پھر عذر کرنے لگے اور معافی مانگنے لگے اور ان کو معافی دینے کے لیے ایک شرط لگائی کہ تمہیں مہلت دی جاتی ہے۔ جہاد کا موقع دیا جائے گا۔ اگر تم نے اطاعت کی تو معافی ہو جائے گی۔ اس تفصیل کے بعد واقعات کی روشنی میں یہ دیکھ لیجئے کہ یہ بلانے والے رسولؐ اکرم تو نہیں تھے۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کے متصل جنگ خیبر ہوئی جس میں شامل ہونے سے اللہ تعالیٰ نے ان بدؤں کو منع فرما دیا۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ۔

ترجمہ گزر چکا ہے۔

پھر غزوۂ تبوک سے بھی ان لوگوں کو منع کر دیا گیا۔ کما قال تعالیٰ۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۔	سو اگر خدا تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے مدینہ کو صحیح و سالم) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے۔ پھر یہ لوگ (کسی جہاد میں) چلنے کی اجازت مانگیں تو آپ یوں کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلوگے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن (دین) سے لڑوگے۔ تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا۔ تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو واقعی پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کو معیتِ رسولؐ سے مطلقاً منع کر دیا گیا تھا۔ پھر جنگِ حنین ہوئی۔ اوّل تو جنگ غیر عربوں کے خلاف نہیں تھی پھر قرآن نے ان کی صفت اولی باس شدید نہیں بتائی بلکہ وہ تو اقل اور اذل تھے۔ اس لیے اس جنگ میں اعراب کو دعوت دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لَمْ يَصِحَّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا الْاَعْرَابَ يَوْمَ حُنَيْنَ وَاَيْضًا لَمْ يَكُوْنُوْا اُوْلِى	یہ صحیح نہیں کہ حضور اکرمؐ نے حنین کی جنگ میں اعراب کو دعوت دی ہو۔ اور حنین لشکر اسلام کے مقابلے میں

بَاسٍ شَدِيْدٍ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى عَسْكَرِ الْاِسْلَامِ بَلْ كَانُوْا قَلِيْلًا ذَلِيْلًا فِيْ مُقَابَلَةِ جَمٍّ غَفِيْرٍ (مظہری)

سخت جنگجو بھی نہیں تھے اور تھوڑے اور کمزور بھی تھے۔

اور تفسیر جمل میں ہے۔

وَفِي الْاٰيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى صِحَّةِ اِمَامَةِ اَبِيْ بَكْرٍؓ وَعُمَرَ لِاَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَعَاهُمْ اِلٰى قِتَالِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَعُمَرُ دَعَاهُمْ اِلٰى قِتَالِ فَارِسٍ وَالرُّوْمِ وَاَمَّا قَوْلُ عِكْرِمَةَ وَقَوْلُ قَتَادَةَ اَنَّ ذَالِكَ فِيْ هَوَازِنَ وَغَطْفَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَا لِاَنَّهٗ يَمْتَنِعُ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّاعِيْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةَ لِاَنَّهٗ قَالَ لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا فَدَلَّ عَلٰى اَنَّا اَرَادَ

اس آیت میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کو صدیق اکبرؓ نے جنگ یمامہ میں دعوت دی اور حضرت عمرؓ نے فارس اور رُوم کی جنگوں میں دعوت دی اور عکرمہ اور قتادہ کا یہ قول کہ انہیں ہوازن، عطفان اور حنین میں بلایا گیا درست نہیں کیونکہ حضور اکرم کا بلانا ممکن نہیں کیونکہ اللہ کے حکم سے وہ اعلان کر چکے تھے کہ تم میرے ساتھ مل کر کبھی جنگ کے لیے نہیں نکلو گے اور ہرگز جنگ نہیں کرو گے۔ یہ دلالت کرتی ہے

غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	کہ اس سے مراد داعی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعْلُوْمٌ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
اَنَّهٗ لَمْ يَدَعْ هٰؤُلَاءِ	علاوہ کوئی اور ہوگا۔ اور
الْقَوْمُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى	اس قوم کو نبی کے بعد
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا	سوائے ابوبکر و عمر کے کسی
اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرَ۔	نے نہیں بلایا۔

اور دوسری جانب بھی احتمال کا اظہار کیا گیا ہے۔ مثلاً:

شیخ ابن مطہر حلی شیعہ دست	حلی نے جواب دینے کی مجنونانہ
پازدہ جواب آوردہ است کہ داعی	کوشش کی ہے کہ بلانے والے
آنحضرت است وجائز است	حضور اکرمؐ ہیں یہ ہوسکتا ہے
کہ آنحضرت در غزوات دیگر کہ	کہ حضور اکرمؐ نے دوسری
قتال ہم واقع شدہ است دعوت	جنگوں میں انہیں دعوت
نمودہ باشند اما منقول نہ	دی ہو لیکن وہ نقل ہونے
شدہ باشد۔	سے رہ گئی ہو۔

اسی طرح بعض مفسّرین نے بھی اس احتمال کو نقل کردیا ہے۔ مثلاً:

وَان قَالُوا لَمْ يَدْعُهُمْ	اور اگر کہا جائے کہ نبیؐ نے
النَّبِى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	انہیں نہیں بلایا۔ تو اس کی
وَسَلَّمَ وَالنَفىَ وَالْجَزْمُ	قطعی نفی بعید از قیاس ہے
بِهٖ غَايَةَ الْبُعْدِ	کیونکہ ممکن ہے بلایا ہو مگر
لِجَوَازِ ان يكون ذالكَ	ان کا بلانا نقل نہ کیا گیا ہو
قَدْ وَقَعَ وَلَمْ يُنْقَلْ۔	

اور بعض مفسّرین نے اس کو مقید کیا ہے کہ جب تک وہ نفاق پر تھے رسولِ خدا نے ان کو نہیں بلایا تھا۔ اَی لَن تخرجُوا مَعِیَ اَبداً وَانتم ما اَنتُم عَلَیہِ اَی مِنَ النِّفَاقِ۔ ایسے تمام احتمالات فاسدہ کے متعلق تحفہ اثنا عشریہ میں وضاحت کی گئی ہے۔

درکاکت ایں احتمالات پوشیدہ نیست زیرا کہ درباب اخبار و سیر و تواریخ و احتمالات تمسک کردن شان عقلا نیست والا در ہر مقدمہ احتمالے تواں بر آورد۔	ان احتمالات کا گھٹیا پن پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ تاریخ و سیرت کے معاملے میں محض احتمالات کو پلّے باندھ لینا داناؤں کی شان کے خلاف ہے ورنہ ہر بات میں احتمال پیدا کیا جاسکتا ہے

اور جس نے وانتم ما انتم علیہ ای من النفاق کی قید لگائی ہے تو صاف طور پر قرآن کو اپنے ظاہر سے پھیرنا ہے جو قابل قبول نہیں جب قرآن میں ابداً کی قید موجود ہے تو ما انتم کا کیا مطلب ؟ اور جن حضرات نے داعی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی لی ہے ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ خلفائے ثلاثہ داعی نہیں تھے۔ ان کی نفی نہیں کی بلکہ رسولِ خدا کو بھی داعی کہا اور خلفائے ثلاثہ کو بھی داعی قرار دیا۔ بہرحال جنگ حنین کے متعلق یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرمؐ نے اعراب کو دعوت دی ہو زبانی احتمالات جو ناشی از دلیل نہ ہوں قابلِ تسلیم نہیں۔

پھر یہ بدو خالص منافق نہ تھے بلکہ کمزور ایمان والے تھے اس لیے یہ وَاَنْتُمْ مَا اَنْتُمْ عَلَیہِ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا حضرت علیؓ کے بلانے کا سوال تو بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ محض خلافت تسلیم کرانے کے لیے تھا۔ پھر حضور اکرمؐ کے عہد میں فتح مکہ والی مہم ہوئی مگر اس میں جنگ تو ہوئی نہیں البتہ عکرمہ بن ابی جہل نے چند اوباش قسم کے لوگ جمع کئے کچھ بنو بکر اور بنو حارثہ نے جمع کئے۔ مگر جب خالد بن ولید پہنچے اور ایک

ہلہ میں ۲۸۔ آدمی قتل کیے تو معاملہ ختم ہوگیا۔ پھر یہ جنگ ہو بھی تو غیر عربوں کے خلاف نہیں اور اولی بأس شدید کے مقابلے میں نہیں۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مہم حدیبیہ میں شامل نہ ہونے والے اعراب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی غیر عرب جنگجو قوم کے خلاف جنگ کرنے کے لیے نہیں بلایا۔ بلکہ حکمِ خداوندی کے مطابق ان لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت سے ہمیشہ کے لیے منع کر دیا گیا۔

اب سَتدعون کا مصداق نائب رسول ہی رہ جاتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صرف خلفائے ثلاثہ کے عہد میں

ا۔ غیر عرب اقوام سے جنگیں ہوئیں۔

ب۔ اولی بأس شدید یعنی سخت جنگجو اور طاقتور اقوام کے خلاف جنگیں ہوئیں۔

ج۔ ان اعراب کو ان جنگوں میں شامل ہونے کے لیے خلفائے ثلاثہ نے دعوت دی۔

پس خلفائے ثلاثہ کی خلافت قرآن مجید کی موعودہ خلافت ہوئی اور خلافتِ راشدہ ہوئی ان کی اطاعت موجب اجرِ عظیم اور ان کی نافرمانی عذابِ الیم کا سبب ہوئی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

تفسیر آیت معیّت

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ
اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ
فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ
اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ
وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ
شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى
عَلٰى سُوْقِهٖ
يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو
لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں
وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں
اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے
مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی
رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر
رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل
اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں
ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے
ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔
یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں
اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے
کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی
نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا
پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔ پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو
(اَلْفَتْح) بھلی معلوم ہونے لگے تاکہ ان سے
کافروں کو جلا دے۔

یہ آیت سورۃ الفتح کی آخری آیت ہے ۔ یہ سورۃ صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی جس نے صحابہؓ کے زخمی دلوں کے لیے مرہم کا کام دیا۔

اس میں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر آپکی صفت رسالت کا بیان ہوا چونکہ اس وصف میں سارے کمالات آجاتے ہیں اس لیے حضورؐ کے صرف اسی وصف کا تذکرہ فرما کر کوزے میں دریا کو بند کر دیا ہے ۔ پھر صحابہؓ کرام حدیبیہ والوں کے اوصاف بیان فرمائے ۔ صحابہؓ کے یہ کمالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ ہی تو ہیں اس لیے یہ بتانا مقصود تھا جس استاد کے شاگردوں جس مربّی کے تربیت یافتہ لوگوں میں یہ اوصاف اور یہ کمالات پائے جائیں اس استاد کے کمالات کا اندازہ کر لو۔ قاعدہ ہے کہ استاد کا کمال اسکے شاگردوں سے ہی ظاہر ہوتا ہے اور مرشد کے کمال کا اظہار اس کے مریدوں سے ہوتا ہے اوصاف دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک صفت بحالہٖ دوسرا صفت بحال متعلقہ اور یہ اوصاف بحالِ متعلقہ ہیں اور ان کے بیان کا مقصد صحابہؓ کی تسلّی اور دلداری تھی اس سے تفصیل سے بیان فرمائے ۔ آیت کے دو حصّے ہیں ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ ایک دعویٰ ہے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ الخ اس دعویٰ کی دلیل ہے ۔حضور اکرمؐ نے نبوّت کا دعویٰ کیا ۔ اس دعوے کے ثبوت کے لیے چشم دید گواہ کون ہیں ؟ کفار قریش ؟ یہود مدینہ ؟ یا نصاریٰ عرب ؟ یہ تینوں فرقے اسلام، داعیٔ اسلام اور قرآن کے دشمن تھے ۔ پس چشم دید گواہ جن کی گواہی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے وہ صرف مہاجرین و انصار تھے ۔ اگر کسی دعویٰ کے گواہ سارے کے سارے جھوٹے اور مجروح ہوں تو وہ دعویٰ ثابت ہی نہیں ہوتا ۔ اس

لئے اگر صحابہؓ پر اعتماد نہ کیا جائے اور ان کو جھوٹا سمجھا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کیونکر ثابت ہوگی۔

قرآنِ کریم نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر چار قسم کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔

(۱) گزشتہ کتب مقدسہ کی پیشین گوئیاں جو حضور اکرمؐ پر صادق آئیں۔

(۲) وہ معجزات جو حضورؐ اکرم سے ظاہر ہوئے۔

(۳) وہ تعلیمات جو آپؐ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے پیش کیں۔

(۴) شاگردوں کی وہ جماعت جن کے کمالات اور فضائل کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

پہلے تین قسم کے دلائل صحابہؓ کرام پر موقوف ہیں کیونکہ یہی چشم دید گواہ ہیں اور ناقل ہیں۔

قاعدہ ہے کہ کسی دعویٰ کے گواہ سے شہادت لینے سے پہلے اس کی سیرت کے متعلق اطمینان کرلیا جاتا ہے اگر اس کی سیرت قابلِ اعتبار نہ ہو تو وہ مردود الشہادت قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اُمیّ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عینی شاہدوں کی سیرت کے متعلق اعلان فرمادیا کہ ان سے زیادہ قابلِ اعتماد اور کوئی نہیں ہو سکتا چنانچہ ان کی سیرت کے تمام پہلو چند الفاظ میں بیان فرمادیئے کہ:

اَشِدَّاۤءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ ۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ۔ يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۔

یعنی ان کے ظاہر و باطن کے بے داغ اور مثالی ہونے کا اعلان اللہ تعالےٰ

نے خود فرما دیا۔

سب سے پہلے ان کے معاملات کے متعلق فرمایا کہ ان میں غصّہ اور رحمت دونوں صفتیں ملکۂ راسخہ کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں۔ اور ان اوصاف کا اظہار اور استعمال ٹھیک اپنے محل پر کرتے ہیں۔

قَالَ الرَّازِی جَمِیْعُھُمْ	امام رازی فرماتے ہیں کہ
اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ	صحابہ سارے کے سارے کفار
وَ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ لِاَنَّ	کے مقابلے میں سخت اور آپس میں
وَصْفَ الشِّدَّۃِ وَالرَّحْمَۃِ	رحیم ہیں کیونکہ شدت اور رحمت
وُجِدَ فِیْ جَمِیْعِھِمْ قَالَ	کا وصف سب میں پایا جاتا
تَعَالٰی وَ اَلَّفَ بَیْنَ	ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں میں
قُلُوْبِھِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ	اتفاق پیدا کر دیا۔ اگر آپ دُنیا بھر
مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا	کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے
مَا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ	قلوب میں اتفاق نہ پیدا کر سکتے
وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ	لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم
بَیْنَھُمْ اور فرمایا اَذِلَّۃٍ	اتفاق پیدا کر دیا اور فرمایا
عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ	مہربان ہوں گے مومنوں پر اور
عَلَی الْکٰفِرِیْنَ قَالَ	تیز ہونگے کافروں پر روافض کی
صَاحِبُ الْمَظْھَرِیّ	ناک خاک آلود ہو۔ جو یہ خیال کرتے
غُمَّ اَنْفُ الرَّافِضِ	ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ
الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ	علیہ وسلم کے صحابہ
اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ کَانُوْا	باہم بغض رکھتے ہیں۔

يَتَبَاغَضُونَ بَيْنَهُمْ

قرآن کریم میں ایک اور موقعہ پر بھی اس جمعیت کی تائید ہوتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔

اس میں جمیعاً حال ہے یا وعتصموا کے فاعل سے یا مفعول بحبل اللہ سے یا دونوں سے۔

مَعْنَاهُ حَالَ كَوْنِكُمْ مُجْتَمِعِيْنَ فِي الْاِعْتِصَامِ يعني خُذُوْا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَتَأْوِيْلِهٖ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ وَلَا تَذْهَبُوْا اِلٰى خَبْطِ اٰرَائِكُمْ عَلٰى خِلَافِ الْاِجْمَاعِ وَعَلٰى تَقْدِيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ حَالًا مِنَ الْمَفْعُوْلِ وَالمعنى اعْتَصِمُوْا بِجَمِيْعِ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تَفَرَّقُوْا عَنِ الْحَقِّ وَلَمْ يَتَفَرَّقَ الصَّحَابَةُ رِضْوَانَ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِيْ

اس کے معنی یہ ہیں کہ اس حالت میں تم سب اکٹھے ہو کر کتاب اللہ سے تمسک کرو یعنی تم کتاب اللہ کی تفسیر اور معنی وہی لو جس پر امت کا اجماع ہے۔ خلاف اجماع امت اپنی فضول رائے کے پیچھے نہ چلو۔ اگر مفعول سے حال مانیں تو یہ مراد ہو گی کہ پوری کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور فرقے فرقے نہ بن جاؤ۔ اور صحابہ کرام میں حضور اکرمؐ کے زمانہ اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں کوئی تفرقہ پیدا نہ ہوا۔ سب سے پہلی بغاوت خلیفہ برحق حضرت عثمانؓ کے عہد میں

خَلَافَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ
عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَاوّلَ
بغْیٍ کان عَلَی الْاِمَامِ
الْحَقِّ خُرُوجَ اَهْلِ
الْمصر علی عثمانؓ وَ
اَوَّلُ اخْتِلَافٍ وَقَعَ
فِیْ اَمْرِ الْقِصَاصِ کَانَ
مِن مُعَاوِیَۃَ وَاوّلُ
اِخْتِلَافٍ فِی الدِّیْنِ
اُخْتَلَافُ الْحُرُوْرِیَّۃِ
الَّذِیْنَ خَرَجُوا علیٰ عَلِیٍّؓ
ثُمَّ اَوْقَعَ الْخِلَافُ
وَرَفَضَ الْحَقَّ عَبْدُ اللہ
بْنُ سَبَا مُنْشَاءُ الروافض
ثُمَّ ظَهَرَ مَذْهَبُ
الْاِعْتِزَالِ فِیْ زَمَنِ
التَّابِعِیْنَ فَتَشَبّثُوا
بِاَذْیَالِ الفلاسفہ وَاشْتَغَلُوْا
بِقِیْلَ وَ قَالَ وَاحَبُّوْا
کَثْرَۃِ الْجِدَالِ وَتَرَکُوْا
ظَوَاهِرَ کِتَابِ اللہِ

اہل مصر نے کی۔ قصاص کے
معاملہ میں پہلا اختلاف
امیر معاویہؓ کی طرف سے
ہوا۔ دین میں پہلا اختلاف
حروریہ کی طرف سے
ہوا جو حضرت علیؓ
کے خلاف اُٹھ کھڑے
ہوئے پھر اختلاف
واقع ہو گیا اور
روافض کے بانی
عبد اللہ بن سبا
نے حق سے روگردانی
کی پھر تابعین کے
زمانہ میں معتزلہ کا
مذہب ظاہر ہوا
انہوں نے فلاسفہ
کی پیروی کی۔ اور
ظاہر کتاب و سُنّت
اور مذہب سلف
کو چھوڑ کر بحث و
جدال میں مشغول ہو

الْمُتَعَالِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ	گئے اور اپنی بے کار
وَمَذْهَبَ السَّلَفِ	اور بے معنی آراء
اَهْلِ الْكَمَالِ بِتَقْلِيْدِ	پر چل کر گمراہ
آرَائِهِمُ الْكَاسِدَهِ وَالْمُنْشَئَاتِ	ہو گئے۔
الضَّلَالِ۔ مظہری ۲:۱۰۲	

معاملات میں صحابہ کرامؓ کے دو وصف غصہ اور رحمت بیان فرما کر ان کے محل کا بیان بھی فرما دیا یعنی حضورؐ کے صحابہؓ ان پر غضبناک ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے یعنی کفار اور ان لوگوں سے رحمت و شفقت کا سلوک کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ بندے ہیں یعنی مومنین۔ یہ وصف اور ان کا برمحل استعمال انسان کے کمال کی دلیل ہے۔ انسان جو گناہ بھی کرتا ہے وہ قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہویہ کے بے محل استعمال کی وجہ سے ہی کرتا ہے صحابۂ کرامؓ کے معاملات کی خوبی بیان کرنے کے بعد ان کی عبادات کا پہلو بیان فرمایا۔ عبادات میں سرِفہرست نماز ہے۔ پھر نماز میں انتہائی عاجزی کے اظہار کا موقع رکوع اور سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے یہی دو وصف بیان فرمائے مگر یہ دونوں حالتیں عاجزی کے اظہار کی صرف صورتیں ہیں اس لیے یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی صورت تو اختیار کرے مگر اس کے اندر وہ حقیقی روح موجود نہ ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے خشوع و خضوع اور اخلاص کا بیان بھی فرما دیا کہ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یعنی جہاں ان کے جسم رکوع اور سجدہ کی حالت میں اللہ تعالےٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کر رہے ہیں وہاں ان کے دل خشوع و خضوع اخلاص اور للّٰہیت سے پُر ہیں۔ ان کی عبادت کا مقصد محض رضائے الٰہی ہے۔

صحابۂ کرامؓ کے دو وصف بیان کرنے سے یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ ان کی شخصی سیرت کا کمال ظاہر کیا جائے وہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا اشارہ بھی کر دیا جائے کہ خلیفۂ رسولؐ کے لیے بھی یہ دو وصف ضروری ہیں اس کے بعد خلافت کا ذکر آنے سے اس پہلو کی تائید ہوتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے مراد معیت سفرِ حدیبیہ ہے۔ معیت کے حقیقی معنی سفر میں کسی کے ساتھ ہونا یا مکان میں کسی کے ساتھ رہنا یا کسی کام میں کسی کا ساتھ دینا ہے۔ اس لیے معیت سے یہاں معیت مذہبی سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ یہ معنی مجازی ہیں اور جب حقیقی متحقق ہو سکتا ہے تو مجازی معنی لینا اصولاً غلط ہے۔

مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ اس آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ یہ محبوب ازلی ہیں۔ پہلی کتابوں میں جہاں میں نے محمدؐ رسول اللہ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ وہاں ان کے صحابہ کرامؓ کے اوصاف بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ خاتم المحدثین علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی شیعہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں شیخ علی بن طاؤس کا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ ان کا لقب رضی الدین ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت دانیال کی کتاب الملاحم میرے پاس ہے اس میں یہ عبارت مذکور ہے۔

قَالَ السَّيِّدُ الْجَلِيْلُ	خلاصہ: رضی الدین نے کہا کہ
رَضِيُّ الدِّيْنِ عَلِيُّ بْنُ	حضرت دانیال کی کتاب الملاحم
طَاؤُسٍ فِى كِتَابِ	میرے پاس موجود ہے اس
كَشْفِ الْمَحَجَّةِ مَا	میں ایسی عبارت لکھی ہے
لَفْظُهٗ وَ وَقَفَ اَنَا	جس سے ثابت ہوتا ہے

عَلٰی کِتَابِ دَانِیَالِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ اَلْمُخْتَصَرُ فِیْ کِتَابِ الْمَلَاحِمِ وَھُوَ عِنْدَنَا الْاٰنَ یَتَضَمَّنُ مَا یَقْضِیْ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ کَانَا عَرَفَا مِنْ کِتَابِ دَانِیَالَ ع وَکَانَ عِنْدَ الْیَھُوْدِ حَدِیْثُ مِلْکِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَوِلَایَۃِ رَجُلٍ مِنْ تَیْمٍ وَرَجُلٍ مِنْ عَدِیٍّ بَعْدَہٗ دُوْنَ وَصِیِّہٖ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَصِفَتُھُمَا فَلَمَّا رَأَیَا الصِّفَۃَ فِیْ مُحَمَّدٍ ص فِیْھِمَا تَبِعَاہُ وَاَسْلَمَا مَعَہٗ طَلَبًا لِلْوِلَایَۃِ الَّتِیْ ذَکَرَھَا دَانِیَالُ ع۔

(فصل الخطاب ص۱۷۶)

کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کتاب دانیال کا علم حاصل کیا تھا۔ یہ یہود کے پاس تھی اس میں نبیؐ کی حکومت اور بنی تمیم اور بنی عدّی کے ایک ایک آدمی کی یکے بعد دیگرے خلافت کا اس میں ذکر تھا اور یہ کہ یہ دونوں خلافتیں حضرت علیؓ سے پہلے ہونگی۔ اس میں ان دونوں (خلیفوں) کے اوصاف بھی مذکور تھے۔ جب ان دونوں نے رسول کریمؐ کی صفت دیکھی اور اپنی صفات اپنے آپ میں دیکھیں تو اسلام لے آئے اور حضورؐ کے تابع ہو گئے اس خلافت کی طلب کیلئے جس کا ذکر حضرتِ دانیال نے کیا تھا

اس عبارت میں رضی الدین نے تین خلفاء کا ذکر کیا ہے اور حضرت عثمانؓ کا ذکر نہیں۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ محرفین نے تحریف کر دی ہو دوم یہ کہ ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ بلوائیوں کی شرارتوں کا ذکر بھی ہو اس لیے سیّد جلیل نے اس حصّے کو حذف کر دیا ہو۔ سیّد صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ کتب سماوی میں جہاں ذکرِ رسولؐ اور ذکرِ اوصافِ رسولؐ تھا وہاں ذکرِ شیخین اور اوصاف شیخین بھی پایا جاتا ہے۔ آخر میں سیّد جلیل نے اپنے مخصوص مزاج کے مطابق شیخین کے اوصاف کو ان کے عیوب کی شکل دینے کی کوشش کی ہے کہ حکومت کے لالچ کی وجہ سے شیخین اسلام لائے مگر وہ یہ بھول گئے کہ ایسا احتمال تو حضرت علیؓ کے متعلق بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ان حضرات کو طمع تو ضرور تھا مگر حکومت کا نہیں بلکہ حق کے قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کا طمع تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اہل حق کے متعلق بیان ہوا ہے۔

وَمَا لَنَا اَن لَّا نُؤمِنَ بِاللهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الحق وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ۔ وَقَالَ تَعَالٰى فِىْ حَقِّ السَّاحِرِيْنَ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطَايَانَا اَنْ كُنَّا اَوَّلَ الْمُؤمِنِيْنَ۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے ایمان لانے کی وجہ منجمین نے اپنے فن کے حساب سے معلوم کر لی اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت ابوبکرؓ کا ایمان تو از روئے وحی آسمانی تھا۔ ملّامہ باذل شیعہ نے ان دونوں حقیقتوں کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ (حملہ حیدری صہ۱۴ ج ۱)

ابا بکر ازاں پس براہ پاگذاشت — کہ گفتار کاہن بدل یادداشت

باو کاہن دادہ بود ایں خبر — کہ مبعوث گردد یکے نامور

زبطحی زمیں درہمیں چندگاہ | بود خاتم انبیائے الٰہ
تو با خاتم انبیاء بگروی | چوں او بگذرد جانشینش شوی
زکاہن چہ بودش بیاد ایں نوید | بیاورد ایمان نشانش چو دید
ازاں پس بتدریج چندے دگر | نبی را بفرماں نہادند سر

جوں ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کاہن کی بات سنی اسی وقت مکہ مکرّمہ کا راستہ اختیار کیا۔ کیونکہ کاہن نے بتایا تھا کہ مکہ مکرّمہ میں ایک نامور رسولؐ مبعوث ہونے والا ہے۔

اسی چٹیل سرزمین میں خاتم الانبیاء تشریف لائیں گے۔ آپ ان کے ساتھ ایمان لائیں گے تو آپ اُن کے جانشین ہوں گے۔ یہ خوشخبری آپ کو یاد تھی۔ جب آپ نے رسُولؐ خدا میں یہ اوصاف و نشانات دیکھے تو ایمان لائے آپ کے ایمان لانے کے بعد بتدریج اور آدمی بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

اس مضمون کی روایات اہل سُنّت کے ہاں بھی ملتی ہیں۔

عَنْ کَعْبٍ قَالَ کَانَ اِسْلَامُ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ بِسَبَبِ وَحْیٍ مِنَ السَّمَآءِ وَ ذَالِکَ اَنَّہٗ کَانَ تَاجِرًا بِالشَّامِ فَرَاٰیٰ رؤیا فَقَصَّ عَلٰی بُحَیْرَۃِ الرَّاھِبِ وَقَالَ لَہٗ مِنْ اَیْنَ اَنْتَ۔ قَالَ مِنْ مَکَّۃَ قَالَ

کعب احبار سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ کا اسلام وحی آسمانی سے ہوا اور وہ یوں کہ وہ شام میں تجارت کی غرض سے گئے۔ انہوں نے خواب دیکھا۔ بحیرہ راہب کو بتایا اس نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے کہا مکہ

مِنْ اَيِّهَا ؟ قَالَ
مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ مَا
يَعِيْشُ اَنْتَ قَالَ
تَاجِرٌ۔ قَالَ صَدَقَ
اللّٰهُ رُؤْيَاكَ فَاِنَّهٗ
يَبْعَثُ نَبِيًّا مِنْ
قَوْمِكَ تَكُوْنُ وَزِيْرَهٗ
فِيْ حَيَاتِهٖ وَخَلِيْفَتُهٗ
بَعْدَ مَوْتِهٖ فَاَسَرَّهَا
اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى بَعَثَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَجَاءَهٗ فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ مَا الدَّلِيْلُ
عَلٰى مَا تَدَّعِيْ ؟ قَالَ
الرُّؤْيَا الَّتِيْ رَاَيْتَ
بِالشَّامِ مَعَانِقَهٗ وَقَبَّلَ
مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ
اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
(اخرجه ابن عساكر فی تاريخ
دمشق)

سے ۔ کہا کس قبیلہ سے
ہو، کہا قریش سے۔
پوچھا کیا کام کرتے ہو
کہا تجارت ۔ کہا اللہ
نے تمہیں سچّا خواب
دکھایا ہے ۔ تیری قوم میں
ایک نبی مبعوث ہوگا
اس کی زندگی میں تو
اس کا وزیر ہوگا اور
اس کے بعد تو اس
کا خلیفہ ہوگا ۔ ابوبکرؓ نے
اس راز کو دل میں رکھا
جب حضورؐ کی بعثت ہوئی
ابوبکرؓ آپ کے پاس آئے
اور کہا آپ کے دعویٰ کی
دلیل کیا ہے ۔ حضورؐ نے
فرمایا وہ خواب جو تو نے شام میں
دیکھا پھر آپ نے معانقہ کیا ماتھا
چوما اور کہا میں گواہی دیتا ہوں
کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

علامہ باذل نے کاہن لکھا ہے اس روایت میں راہب کا لفظ ہے۔

اگر کاہن تسلیم کرلیا جائے تو اس پیش گوئی کا ذریعہ علمِ نجوم ہوگا۔ اور اگر راہب سمجھا جائے تو اس کا ذریعہ کتب سماوی تسلیم کرنا پڑے گا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ صدیق اکبرؓ کے ایک اور سفر کا ہے۔ آپ علاقہ یمن میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں قبیلۂ بنو اسد کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو سابقہ کتب سماوی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کیا تم مکہ کے ہو؟ فرمایا ہاں۔ کہنے لگا میرا خیال ہے تم قریشی ہو۔ فرمایا ہاں۔ میرا خیال ہے تم بنی تیم سے ہو۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا ذرا دیکھوں تو تمہاری ناف پر کوئی نشان ہے۔ جب اس نے سیاہ نشان ناف پر دیکھا تو کہا تو واقعی وہی ہے۔ کتب سابقہ میں یہ چار علامتیں درج تھیں؛

اس واقعہ کو ابن کثیر نے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ اِلٰی اٰخِرِہٖ کی تفسیر کے تحت اس عالم کا ذکر کیا جس سے صدیق اکبرؓ کی ملاقات ہوئی۔

قَالَ فِیْمَ اَنْتُمْ	اور کہا تم یہاں کیسے آئے
وَ اَخْبَرْنَاہُ فَذَھَبَ	ہو ہم نے اسے بتا دیا اور
بِنَا اِلٰی مَنْزِلِہٖ فساعَۃً	پھر وہ ہمیں لے کر اپنے گھر میں
مَا دَخَلتُ نَظَرتُ اِلٰی	داخل ہوا۔ جونہی میں داخل ہوا میں
صُوْرَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ	نے نبی کریمؐ کی تصویر دیکھی اور دیکھا
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِذَا	کہ ایک شخص آپ کی پیٹھ پکڑے
رَجُلٌ اٰخِذٌ بِعَقِبِ النَّبِیِّ	ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون
قُلْتُ مَنْ ھٰذَا الرَّجُلُ	ہے جس نے پیٹھ کو پکڑا ہوا ہے
الْقَابِضُ عَلٰی عَقِبِہٖ	کہنے لگا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا
قَالَ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ	جس کے بعد اور نبی نہ آیا ہو سوائے

نَبِیٌّ اِلَّا کَانَ بَعْدَہٗ	اس نبی کے کیونکہ اس کے بعد کوئی
نبیٌّ الا ھٰذ النَّبِیّ	نبی نہ ہوگا۔ اور یہ شخص اس
فَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔	نبی کے بعد اس کا خلیفہ ہوگا۔
وَ ھٰذا خَلِیْفَتُہٗ بَعْدَہٗ	جب میں نے غور سے دیکھا
وَ اِذَا صِفتُ ابی بکرؓ۔	تو وہ ابوبکرؓ تھا۔

اس سلسلے میں صدیق اکبرؓ کا ایک خواب بھی کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مگر میرے سامنے اس وقت سیرت کی کتاب ہے اس سے نقل کرتا ہوں۔

رَأَی الْقَمَرَ نَزَلَ	حضرت ابوبکرؓ نے خواب دیکھا کہ
اِلٰی مَکَّۃَ فَدَخَلَ فِی	چاند مکہ میں اُتر آیا ہے اور ہر گھر
کُلِّ بَیْتٍ فَلَہٗ شُعْبَۃٌ	میں ایک ٹکڑا پہنچ گیا ہے۔ پھر
ثُمَّ کَانَ جَمِیْعُہٗ	تمام ٹکڑے جمع ہو کر ابوبکرؓ کی
فِی حُجْرِہٖ فَقَصَّھَا	گود میں آ گئے ہیں آپ نے
عَلٰی بَعْضِ اَھْلِ الْکِتَابِ	اپنا خواب بعض علماء اہلِ کتاب
فَعُبِّرَ ھَالَہٗ بِاَنَّہٗ	کے سامنے پیش کیا انہوں نے یہ
یَتَّبِعُ النَّبِیَّ الْمُنْتَظَرَ	تعبیر کی کہ تم اس نبی کے متبع ہوگے
الَّذِی قَدْ ظَلَّ زَمَانُہٗ	جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کا
وَ اَنَّہٗ یَکُوْنُ اَسْعَدُ	زمانہ قریب آگیا ہے تم اس نبی سے
النَّاسِ بِہٖ۔	سب سے زیادہ نفع اٹھاؤ گے اور
(سیرت ۱ : ۳۱۰)	نیک بخت ترین ہوگے۔

گویا صدیق اکبرؓ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی آپ کے منتظر تھے اور دعویٰ نبوت سے پہلے ہی حضورؐ کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے چنانچہ

حضورؐ نے جونہی ہونے کا دعویٰ کیا آپ نے فوراً ایمان کا اظہار کر دیا ۔ اس لیے انہیں نومسلم بھی نہیں کہا جا سکتا ۔ کیونکہ نومسلم تو وہ ہے جس نے انکار کے بعد اقرار کیا ہو ۔ صدیق اکبر کا انکار ثابت ہی نہیں ۔ اس لیے انہیں نومسلم کہنا درست نہیں

اَخْرَجَ اَبُوْ نَعِیْمٍ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ اٰمَنَ بِالنَّبِیِّ قَبْلَ النُّبُوَّةِ اَیْ عَلِمَ اَنَّهُ النَّبِیُّ الْمُنْتَظَرُ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ ۔

(سیرۃ حلبیہ ۱ : ۲۱۰)

اسلام کو کھیتی سے مثال دی آغاز سے درجۂ کمال تک پہنچنے تک کھیتی مختلف مراحل سے گزرتی ہے ۔ اسلام بھی ابتدائے دعوت سے کمال تک پہنچنے میں مختلف مراحل سے گزرا ۔ اس مثال میں چند باتیں قابل غور ہیں :

(۱) بیج بونے سے کھیتی کا آغاز ہوتا ہے ۔ پھر بیج پھوٹ کر باہر آتا ہے ۔ پھر پتے اور شاخیں بنتی ہیں اور پودا اپنے تنے پر مضبوطی سے کھڑا ہو جاتا ہے پھر اس میں پھل لگتا ہے ۔

(۲) کھیتی کو پروان چڑھانے کے لیے مالک کو نگرانی کرنی پڑتی ہے ۔ بیماریوں، کیڑے مکوڑوں اور جانوروں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے ۔ پھر اس کی آبیاری کرتا ہے ۔

(۳) کھیتی بتدریج اور علی الاتصال بڑھتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ پہلے پھل لگیں پھر پتے نکلیں اور شاخیں بنیں اور تنا نمودار ہو ۔ یا یہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی حصہ منقطع ہو جائے بلکہ یہ سارا علی الاتصال ہوتا ہے ۔

اسی طرح اسلام نے بھی بتدریج اور علی الاتصال ترقی کی ۔ حضور اکرمؐ نے اسلام کی دعوت دے کر حق کا بیج بویا ۔ مہاجرین و انصار نے اس کی حفاظت کی

اپنے خون سے اسے سینچا۔ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں اسلام مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ سے نکل کر عرب کے دوسرے قبائل تک پھیل گیا مگر جزیرہ عرب سے باہر قدم نہ رکھا۔ قیصر وکسریٰ کی دو جابر اور مستحکم سلطنتیں مسلمانوں کے سر پر بیٹھی تھیں اور اسلام کو مٹانے کے درپے تھیں۔ پھر حضور اکرمؐ کے تینوں جانشینوں نے یکے بعد دیگرے اسلام کی کھیتی کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اس کو کمال تک پہنچایا اور قیصر وکسرےٰ کی قوت کو ختم کر کے اسلام کے دائرۂ اثر و اقتدار میں توسیع کی اور اسلام علی الاتصال ترقی کر کے کمال تک پہنچا۔ اس آیت سے چاروں خلافتیں موعودہ قرآن ثابت ہوئیں جس کی توراۃ اور انجیل نے بھی بشارت دی تھی۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيلَ فَاٰزَرَهُ

اللّٰه بِمُجَاهَدَاتِ

الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

وَالْاَنْصَارِ وَسَقَوْا زَرْعَ

الدِّيْنِ بِدِمَائِهِمْ فِيْ

حَيَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ

لَا سِيَّمَا فِيْ خِلَافَةِ

اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَاسْتَوٰى

عَلٰى سُوْقِهٖ وَظَهَرَ

عَلَى الْاَدْيَانِ كُلِّهٖ

اَخْرَجَ شَطْأَهٗ اَبُوْبَكْرٍ

فَاَزَرَهٗ عُمَرُ فَاسْتَغْلَظَ
عُثْمَانُ فَاسْتَوٰی عَلِیٌّ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اگر ترقی اسلام کے سلسلہ میں اس ترتیب خلافت کو تسلیم نہ کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ترقی علی الاتصال نہیں ہوئی درمیان میں منقطع ہو گئی جو خلافِ واقعہ اور خلافِ حقیقت ہے۔

اگر کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ صحابہؓ کے درمیان تو باہمی جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہا۔ جمل اور صفین میں صحابہؓ ایک دوسرے سے متصادم ہوئے تو وہ رحماء بینہم کیسے ہوئے اور صلح حدیبیہ والوں کو ان اوصاف کا حامل کیونکر تسلیم کیا جائے۔

اس اعتراض کو درست تسلیم کیا جائے تو تاریخِ اسلام سے وہ جماعت پیش کی جائے جو معیت رسولؐ میں بھی ہو اور اس جماعت میں یہ دو وصف اشداء علی الکفار اور رحماء بینھم بھی پائے جائیں۔ اگر صحابہؓ کی اس جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت نہیں پائی جاتی تو معاذاللہ قرآن کا یہ اعلان غلط ثابت ہوا حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے اس اعلان کی مصداق صحابہؓ کی جماعت ہے۔ کسی غلط فہمی کی بناء پر وقتی طور پر اچانک کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے تو اس سے ملکہ راسخہ کی نفی نہیں ہو سکتی۔

حضور اکرمؐ کے بعد حضورؐ کے پہلے جانشین کی سیرۃ اور اسلامی خدمات کی ذرا سی جھلک ملاحظہ ہو۔ علامہ سیوطی الحادی للفتاویٰ ۲: ۳۹۱ میں لکھتے ہیں:

مَنْ رَفَضَ عِبَادَةَ الْاَصْنَامِ	جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی
فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَبُوْبَكْرٍ	بت پرستی سے متنفر تھے

اَلصِّدِّیْقُ زَیْدُ بْنُ عَمْرِوْ
بْنُ نُفَیْلٍ، عَبْدُ اللّٰهِ
بْنِ جَحْشٍ، عُثْمَانُ
بْنُ الْحُوَیْرَثِ وَرَقَةُ
بْنُ نَوْفَلَ، رُبَابُ
بْنُ الْبَرَّاءِ، اَسْعَدُ اَدُ
کَرْبُ الْحُمَیْرِیْ قَیْسُ
بْنُ سَاعِدَةَ الْاَیَادِیْ
اَبُوْ قَیْسِ بْنِ حَرَمَةَ۔

وہ صدیق اکبر، زید بن
عمرو بن نفیل عبد اللہ
بن حجش عثمان بن الحویرث
ورقہ بن نوفل رباب
بن البراء اسعداد
کرب الحمیری قیس بن
ساعدہ ایادی اور البو
قیس بن حرمہ تھے۔

گویا حضور اکرمؐ کے پہلے جانشین اور اسلام کے محافظ کی شخصی سیرۃ اور سلامت طبع کا یہ حال ہے کہ توحید کی دعوت سننے سے پہلے ہی بُت پرستی کے خلاف تھے۔ بت پرستی کے مخالفین میں ان کا نام سرِفہرست ہے۔ پھر یہ کہ عمر بھر شراب نہیں پی۔ پھر ثابت کیا جا چکا ہے کہ ان کا اعلان ایمان بذریعہ وحی آسمانی ہوا۔ اب دیکھئے کہ مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حکومت سے کس قدر ذاتی مفاد حاصل کیا؟ تاریخ شاہد ہے کہ صدیق اکبرؓ بہت بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے۔ مگر حضور اکرمؐ کی محبّت اور اسلام کی خاطر اپنا سارا مال قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر حضور اکرمؐ نے پوچھا کہ ابوبکرؓ اپنے اہل وعیال کے لیے گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو تو عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسُولؐ۔ خوب کہا شاعرِ مشرق نے ؎

پروانوں کو چراغ عنا دِل کو پھُول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسُول بس

چنانچہ خلافت کے پہلے روز کا حال یہ ہے کہ جانشین رسُول خلیفۃ المسلمین

دن بھر امور سلطنت میں مصروف رہ کر شام کو گھر آتا ہے تو رات کے کھانے کے

ہو تو مزدور موجود ہے۔ لوگ باہر آکر دیکھتے ہیں تو خلیفۂ رسولؐ آواز دیتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اندر

پہنچادو۔ خلیفۂ رسولؐ مزدوری کرتا ہے۔ ایک درہم ملتا ہے اور رات کے کھانے کا
انتظام ہوتا ہے اس صورتِ حال کو دیکھ کر مہاجرین و انصار بیت المال سے وظیفہ
مقرر کرتے ہیں مگر دیکھئے کہ وظیفہ کی مقدار کیا ہے۔

اَلِاسْتِغَاثَۃُ فِی بَدْعِ الثَّلَاثَۃِ	از سیّد ابوالقاسم کوفی ص۲۲
لَمَّا اِسْتَتَبَّ لَہُ الْاَمْرُ	جب آپ نے خلافت
قَطَعَ لِنَفْسِہٖ اُجْرَۃً	سنبھالی تو اپنے لیے
عَلٰی ذَالِکَ مِنْ بَیْتِ	بیت المال سے خود وظیفہ
مَالِ الصَّدَقَاتِ فِی	مقرر کیا جو تین درہم
کُلِّ یَوْمٍ ثَلَاثَۃَ دَرَاھِمَ	روزانہ تھا۔

خلیفۂ رسولؐ کا وظیفہ تین درہم یعنی بارہ آنے روز مقرر ہوتا ہے۔ سوچنے کی
بات ہے کہ اتنے وظیفہ سے خلیفۂ رسولؐ نے کتنی دنیا اکٹھی کی ہوگی، کتنی جائداد
بنائی ہوگی، کتنے محل تعمیر کئے ہونگے۔ خلافت کا آغاز تو آپ نے دیکھ لیا اب ذرا اس
جانثار اسلام کے عہدِ خلافت کے اختتام کا نقشہ بھی دیکھ لیجئے۔

درۃ النجفیۃ (شرح نہج البلاغۃ) ۱ : ۳۰۸

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ مَاتَ وَلَوْ یُخَلِّفُ	ابوبکرؓ دنیا سے رخصت ہوئے تو ورثہ میں ایک
دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا	دینار بلکہ ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔

ہائے کتنے دلیر ہیں وہ لوگ جو یہ بات کہنے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ یہ شخص
حکومت کے لالچ کی وجہ سے اسلام لایا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

مرض وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۲۸ صفر المظفر ۱۱ھ کو حضور اکرم بیمار ہوئے۔ اسی مرض کو مرضِ وفات کہا جاتا ہے۔ اس مرض میں حضور اکرم نے دینی امور میں اپنی نیابت کے لیے اپنے سامنے جس شخص کا انتخاب کیا وہ صدیق اکبرؓ ہی تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو حضور اکرم نے فرمایا مروا ابا بکر ان یُصلی بالنّاس ابو بکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ مشہور یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ میں ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اکیس نمازیں پڑھائیں ان میں وہ نمازیں بھی شامل ہیں جن میں خود حضور اکرم شامل ہوئے جبکہ آپ کو قدرے افاقہ ہوا اور حضور اکرم نے ابو بکر صدیقؓ کے بائیں پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور جہاں تک صدیق اکبرؓ قرأت پڑھ چکے ہوتے وہیں سے آگے حضور اکرم شروع کر دیتے اور حضور امام بن جاتے اور ابو بکرؓ مقتدی۔ اور اس میں وہ نماز بھی شامل ہے جس میں ابو بکرؓ بدستور امام رہے اور حضور اکرم نے ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ کے صفحہ ۲۳۴ ج ۵ پر یوں بیان کیا ہے۔

عن عائشة رضی الله	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے
عنها قالت صلّی رسُولُ اللهِ	کہ حضور اکرم نے حضرت ابو بکرؓ کے
صلّی الله علیهِ وسلّم خلفَ	کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی اس

اَبِیْ بَکْرٍ قَاعِدًا فِیْ	مرض کے دوران جس میں
مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ	آپ کا وصال ہوا۔

ایسی ایک روایت اسی مذکورہ کتاب کے مذکورہ صفحہ پر حضرت انسؓ بن مالک سے بھی مروی ہے اور سیرت حلبیہ ص۳۸۷ ج ۳۔

ثَبَتَ اَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ	یہ ثابت ہو چکا کہ رسولؐ خدا
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی خَلْفَ	نے مرضِ موت میں ابوبکر
اَبِیْ بَکْرٍ مُقْتَدِیًا بِهٖ	صدیقؓ کے پیچھے مقتدی ہوکر
فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ	تین نمازیں پڑھیں۔ اس
فِیْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ	بات کا انکار صرف جاہل
لَا یُنْکِرُ هٰذَا اِلَّا الْجَاهِلُ	ہی کر سکتا ہے جس کو
لَا عِلْمَ لَهٗ بِالرِّوَایَةِ۔	روایات کا علم نہ ہو۔

ایک اور روایت ملاحظہ ہو درۃ النجفیہ (شرح نہج البلاغۃ) مطبوعہ ایران ص۲۲۴

ثُمَّ اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ	پھر مرض شدت اختیار
وَ کَانَ عِنْدَ خِفَّةِ مَرَضِهٖ	کر گیا۔ جب افاقہ ہوتا
یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ وَقَدِ	آپؐ خود نماز پڑھاتے۔
اخْتَلَفَ فِیْ صَلٰوتِهٖ	جماعت کے ساتھ آپؐ کی
بِهِمْ فَالشِّیْعَةُ تَزْعَمُ	نمازوں میں شیعہ کا
اَنَّهٗ لَمْ یُصَلِّ بِهِمْ	اختلاف ہے وہ خیال کرتے
اِلَّا صَلٰوةً وَاحِدَةً وَهِیَ	ہیں کہ آپؐ نے صرف ایک
صَلٰوةُ الَّتِیْ خَرَجَ رَسُوْلُ	نماز پڑھی یہ وہی نماز تھی
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	جس کے لیے آپ حضرت علیؓ

فِيهَا يَتَهَادٰى بَيْنَ عَلِيٍّ وَّالْفَضْلِ فَقَامَ فِي الْمِحْرَابِ مَقَامَهٗ وَتَاَخَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَالصَّحِيْحُ عِنْدِيْ وَهُوَ الْاَكْثَرُ الْاَشْهَرُ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ فِيْ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَاِنَّ اَبَابَكْرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ بَعْدَ ذَالِكَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ۔

اور فضل کے سہارے گھر سے نکلے اور صدیق اکبرؓ کی جگہ محراب میں کھڑے ہوئے اور ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی مشہور ہے کہ یہ آپؐ کی جماعت کے ساتھ آخری نماز نہیں تھی اور ابوبکرؓ نے اس کے بعد دو روز نماز کی امامت کی پھر حضورؐ کا وصال ہو گیا۔

فوائد : اس حقیقت پر سب متفق ہیں کہ حضور اکرمؐ کے حکم سے صدیق اکبرؓ نے نمازیں پڑھائیں پھر اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ (۱) نماز دین کا اہم رکن ہے (۲) نبی دین کے معاملہ میں خود نہیں بولتا۔ بلکہ بحکم خدا بولتا ہے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔

لہٰذا صدیق اکبرؓ کو رسولؐ خدا نے بحکم خدا اپنا نائب بنایا اور اپنے سامنے تمام مسلمانوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوا دیکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام صحابہ کرامؓ نے ابوبکرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ جلیل القدر صحابہؓ نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کر کے عمداً جماعت سے تخلف کیا۔ بھلا جس شخص کو اللہ کا رسولؐ اللہ کے حکم سے مسلمانوں

کا امام مقرر کرے اور خود جماعت میں شریک ہو تو کوئی مسلمان اس امام کی امامت سے انکار کر کے مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ حضرت علیؓ نے ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں تو ثبوت پیش کرے جو مسلّم فریقین ہو۔ یہ امر فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ حضور اکرمؐ نے بحکم خدا صدیق اکبرؓ کو امام مقرر کیا۔ اور خود ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ اب اگر کوئی شخص حضورؐ کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے تو اس نے خدا اور رسولؐ کی صریح نافرمانی کی اور جس کے پیچھے امام الانبیاءؐ نماز پڑھے تو اس کے پیچھے کوئی مسلمان نماز پڑھنے سے انکار کرے تو اس کا رسولؐ خدا سے تعلق کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اور صاحب درۃ النجفیہ نے صحیح اور مشہور مذہب یہی بتایا ہے کہ وفاتِ رسولؐ خدا تک ابوبکرؓ ہی امام رہے نہ کسی کو اختلاف ہوا نہ کسی کو اور نہ کسی نے معزول کیا اور نہ کر سکتا تھا۔ بھلا جسے رسولؐ خدا بحکم خدا اپنا امام اور نائب مقرر کرے اسے کون معزول کر سکتا ہے۔ اس کی امامت کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو خدا کو خدا نہ مانے اور رسولؐ کو اس کا رسولؐ تسلیم نہ کرے۔ یہ بات کسی ہوش مند انسان کے تصوّر میں بھی نہیں آسکتی کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو اپنا نائب اور امام بنانے کے لیے ایسے شخص کو مقرر کیا جس کے ایمان میں شبہ ہو۔

اسلام میں قیادت کا مظاہرہ اور قیادت کی سند نماز میں امامت ہی تو ہے اسی وجہ سے ایک لاکھ اور کئی ہزار انبیاء نے امام الانبیاء کو اپنا قائد تسلیم کرنے کا مظاہرہ اس طرح کیا کہ شبِ معراج مسجدِ اقصٰے میں امام الانبیاء کے پیچھے نماز پڑھی۔ اسی لیے امام الانبیاء نے اپنے سامنے بحکمِ رب العالمین اپنا نائب اور مسلمانوں کا قائد مقرر کرنے کے لیے صدیق اکبرؓ سے نماز کی امامت کرائی بلکہ خود ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ فضیلت ابوبکرؓ کے لیے اب کسی اور دلیل کی بھی حاجت رہ جاتی ہے۔

پھر یہ ایک مسلمہ عقیدہ ہے کہ امام سب سے زیادہ اعلم اور اتقی ہونا چاہیے تو

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں سب مسلمانوں سے زیادہ عالم بالقرآن اور سب سے زیادہ متقی ابوبکرؓ ہی تھے۔ اسی لیے ان کو امام مقرر کیا گیا سیرۃ حلبیہ میں ایک روایت یوں آئی ہے۔

وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ علیہ	حضور اکرمؐ اپنے اس مرض
وسلّم فی مرضہ ذَالِكَ	میں ایک روز عبد اللہ بن
یَوْمًا لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ	زمعہ سے فرمایا لوگوں
زَمْعَۃَ مُرِ النَّاسَ	سے کہو کہ نماز پڑھیں
فَلْیُصَلُّوْا اَیْ صَلٰوۃَ	یعنی صبح کی نماز اور
الصُّبْحِ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍؓ	حضرت ابوبکرؓ موجود نہیں
غَائِبًا فَقَدَّمَ عَبْدُ اللّٰہِ	تھے عبد اللہ نے حضرت
عُمَرؓ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا	عمرؓ کو آگے کھڑا کر دیا
سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	جب رسول کریمؐ نے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَوْتَہٗ	اُن کی آواز سُنی تو اپنا
اَخْرَجَ رَاْسَہُ الشَّرِیْفَ	سر مبارک حجرہ
حَتّٰی اَطْلَعَ لِلنَّاسِ مِنْ	سے باہر نکالا اور
حُجْرَتِہٖ ثُمَّ قَالَ	تین مرتبہ فرمایا نہیں
صلی اللہ علیہ وسلم	نہیں نہیں نمار
لَا لَا لَا ثَلٰثَۃَ مَرَّاتٍ	ابن ابی قحافہ پڑھائے
لِیُصَلِّیَ بِالنَّاسِ ابْنُ اَبِیْ	چنانچہ صفیں ٹوٹ گئیں
قُحَافَہ فَانْقَضَتِ الصُّفُوْفُ	حضرت عمرؓ پیچھے
وَانْصَرَفَ عُمَرُ اَیْ مِنَ	ہٹے اتنے میں حضرت

الصَّلٰوۃِ فَمَا بَرِحَ الْقَوْمُ	صدیق اکبرؓ آ گئے
حَتّٰی طَلَعَ ابْنُ اَبِی	آگے بڑھے اور لوگوں کو
قُحَافَۃَ فَتَقَدَّمَ وَصَلّٰی	صبح کی نماز پڑھائی۔
بِالنَّاسِ الصُّبْحَ۔	

ایسا کیوں نہ ہوتا جب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ ابوبکرؓ نیابت کرے تو اللہ کا رسولؐ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اللہ کے مقرر کردہ آدمی کی جگہ کوئی اور نائب بنے اس لیے عین نماز کی حالت میں رسُولؐ خدا نے تبدیلی کرائی۔

بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بعیت عام ہوئی تو ایک لاکھ کئی ہزار صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی آواز نہ اٹھائی کہ غدیر اور قرطاس کے موقعہ پر جب پہلے بعیت ہو چکی ہے تو یہ نئی بعیت کیوں ہو رہی ہے۔ صدیق اکبرؓ کے پاس کون سی طاقت تھی جس سے مرعوب ہو کر تمام صحابہؓ نے معاذ اللہ منشائے رسولؐ کے خلاف صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بعیت کی بات صرف یہی تھی کہ وہ صحابہ کرامؓ مزاج شناس رسُولؐ تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ نمازیں صدیق اکبرؓ نے بحکم خدا اور رسولؐ، حضورؐ کی موجودگی میں پڑھائیں اور کوئی دوسرا پڑھانے لگا تو اس کو خود رسولؐ خدا نے ہٹا دیا۔ تو اس کے سوا اور کون جانشین رسولؐ ہو سکتا ہے۔ اور حضرت علیؓ تو سب سے بڑھ کر مزاج شناس رسُولؐ تھے جبھی تو انہوں نے اپنے عہد میں مجمع عام میں ایک خطبہ کے دوران فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ	اے اللہ ہماری اصلاح اس
بِہِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ	ذریعہ سے فرما جس ذریعے
قِیْلَ فَمَنْ ھُمْ قَالَ	سے خلفائے راشدین کی اصلاح
حَبِیْبَایَ وَعَمَّایَ اَبُوْبَکْرٍ	فرمائی پوچھا گیا وہ کون ہیں

وَعُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰی	فرمایا وہ میرے محبوب میرے بزرگ
وَرَجُلَا قُرَیْشٍ وَالْمُقْتَدٰی	ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ یہ دونوں ہدایت کے
بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ	امام اور قریش میں سے یہ دونوں کام
وَشَیْخَا الْاِسْلَامِ مَنِ اقْتَدٰی	کے مرد تھے اور رسولؐ خدا کے بعد یہ
بِهِمَا عُصِمَ وَمَنِ اتَّبَعَ	دونوں اتباع کے لائق یہ دونوں اسلام
اٰثَارَهُمَا هُدِیَ اِلٰی	کے بزرگ ہیں جس نے ان کی پیروی کی
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔	گمراہی سے بچ گیا جو ان کے نقش قدم پر
(شافی۔ شریف مرتضی علم الہدی ۲: ۴۲۸)	چلا سیدھی راہ پا گیا۔

علم الہدیٰ نے یہ روایت اپنی کتاب شافی میں امام باقر اور امام جعفر صادق سے بیان کی ہے۔ روایت کی سند یوں درج ہے۔

وَرُوِیَ عَنْ جَعْفَرَ بْنُ	امام جعفر اور امام باقر بیان کرتے
مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ	ہیں کہ ایک آدمی امیر المومنین
رَجُلًا جَاءَ اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ	کے پاس آیا کہ میں نے ابھی
عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ سَمِعْتُهٗ	ابھی آپ سے خطبہ میں یہ
یَقُوْلُ فِی الْخُطْبَةِ اٰنِفًا۔	کہتے سُنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سب سے پہلے شیخین کو خلفائے راشدین کا لقب دیا اور منبر پر اس کا اعلان کیا۔

۲۔ اپنی اور اپنی جماعت کے لیے اس طرح کی اصلاح کی درخواست اللہ تعالیٰ سے کی جیسے شیخین کی اصلاح ہوئی۔

۳۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے ان دونوں بزرگوں کو شیخ الاسلام کا لقب

دیا یعنی ان کے لیے شیخین کی اصطلاح کے موجد حضرت علیؓ ہیں۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شیخین کو اپنا جلیب اور اپنا امام فرمایا۔ جس کو حضرت علیؓ اپنا امام کہیں اس کی امامت سے انکار حضرت علیؓ کی مخالفت ہے۔

۵۔ حضرت علیؓ نے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدیٰ اور مہتدا یہی حضرات ہیں۔

۶۔ حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص شیخین کی پیروی کرے گا گمراہی سے بچ جائے گا۔ اور جو شخص ان کی سُنّت کی اتباع کرے گا سیدھی راہ پائے گا۔

۷۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ خطبہ اس وقت دیا جب وہ خود اقتدار کے مالک تھے۔ اس لیے کسی دباؤ کے تحت ایسی بات کہنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے بھی یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ شیرِ خدا ہو اور غیرِ خدا سے دب کر کوئی خلافِ حقیقت بات زبان سے نکالے۔

۸۔ ان حضراتؓ کو خلیفۂ برحق تسلیم نہ کرنا یا ان کو غاصب کہنا حضرت علیؓ کی صریح مخالفت ہے۔

۹۔ حضرت علیؓ نے شیخین کو مقتدیٰ فرمایا۔ اقتداء اور اطاعت میں فرق ہے۔ اطاعت کا تعلق حکم ماننے تک ہے اور اقتداء دینی امور میں ہوتی ہے اور ہر حرکت و سکون میں پیروی ہوتی ہے اسی لیے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو مقتدی کہتے ہیں کہ وہ تمام حرکات و سکنات میں امام کی پیروی کرتا ہے۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے ان کو مطاع نہیں فرمایا بلکہ مقتدیٰ فرمایا۔

۱۰۔ حضرت علیؓ نے جو کچھ فرمایا اپنے عمل سے خود بھی ایسا کر کے دکھاتے رہے جیسا کہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ۲ : ۲۲۴ پر ہے۔

وَکَانَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ حضرت علیؓ پانچوں وقت کی

يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الصَّلٰوةَ	نماز مسجد میں پڑھتے تھے۔
الْخَمْسَ فَلَمَّا صَلّٰی	ایک روز جب نماز پڑھ
قَالَ ابوبکرؓ وعمرؓ کیف	چکے تو شیخین نے حضرت
بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللّٰہ	فاطمہؓ کی بیماری کے متعلق
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔	دریافت کیا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخین نے حضرت علیؓ سے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی صحت کے متعلق دریافت کی۔ یعنی حضرت علیؓ باقاعدگی سے پانچ وقت کی نماز باجماعت حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔

اس روایت میں بیان کرنے والا سلیم ہے جو پانچ اماموں کا شاگرد ہے۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ حضرت زین العابدینؓ اور امام باقرؓ (اسی کتاب کا صفحہ ۴۰)

مشاہدہ :- میں نے علوم ظاہری سے فارغ ہو کر علوم باطنیہ کی طرف توجہ کی۔ منازل سلوک طے کرتے ہوئے جب دربار نبوی تک رسائی ہوئی تو ارادہ کیا کہ اب بقیہ عمر تخلیہ میں بیٹھ کر یاد الٰہی کروں گا۔ ایک روز سحر کے وقت اپنے معمول میں دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ تو اچانک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ القائے روحانی میرے قلب پر شروع ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"اسلام کا مکان پتھروں اور اینٹوں سے تیار نہیں ہوا اس میں میرے صحابہؓ کی ہڈیاں لگائی گئیں۔ پانی کی جگہ میرے صحابہؓ کا خون لگایا گیا۔ اور گارے کی جگہ میرے صحابہؓ کا گوشت لگایا گیا۔ اب لوگ اس مکان کو گرانے پر لگے ہوئے ہیں۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جا رہی ہے اور جو شخص اس کے انسداد کی قدرت رکھتے ہوئے خاموشی سے بیٹھا رہے

کل قیامت میں خدا کے سامنے کیا جواب دے گا۔ ایک صوفی عارف عالم کو عالم کو ہمیشہ خدا پر بھروسہ اور توکل چاہیئے۔ جب تک خدا تعالیٰ نے اس کے وجود سے کام لینا ہے اس کو محفوظ رکھے گا۔ جب اس کی ڈیوٹی پوری ہو گی اس کو بلا لے گا۔

یہ واقعہ تقسیم ملک کے بعد پیش آیا۔ اس وقت سے میں نے اپنی استعداد کے مطابق دینی خدمت کا کام شروع کر دیا۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلاَّ بِاللّٰہِ۔

حضرت علیؓ کے دل میں شیخین کی جو عزت اور قدر ہے وہ ان کے مذکورہ خطبہ سے صاف ظاہر ہے۔ ایک اور روایت سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔

رَوٰی اَبُوْجُحَیْفَۃَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ وَعَبْدِ خَیْرٍ، وَسُوَیْدُ بْنُ غَفْلَۃَ وَ اَبُوْحَکِیْمٍ وَغَیْرُھُمْ وَقَدْ قِیْلَ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ رَجُلًا اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَ فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَطَبَ بِذَالِکَ بَعْدَ اُنْھِیَ اِلَیْہِ اَنَّ رَجُلًا تَنَاوَلَ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ	ابو جحیفہ وغیرہ اور کہا گیا ہے۔ ۱۴۔ آدمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے خطبۂ عام میں فرمایا کہ نبیؐ کے بعد اس امت کے افضل ترین آدمی ابوبکر اور عمر ہیں۔ بعض اخبار میں ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ خطبہ اس وقت دیا جب انہیں اطلاع ملی کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکرؓ اور عمر کو بُرا بھلا کہا۔ پھر حضرت علیؓ

بِالشَّتْمَةِ فَدَعَا بِهٖ وَتَقَدَّمَ بِعُقُوْبَتِهٖ بَعْدَ اَنْ شَهِدُوْا عَلَيْهِ بِذَالِكَ — نے اس آدمی کو طلب کیا اور شہادتیں لے کر اس کو سزا دی۔

شافی ۲ : ۴۲۸

اور اسی شافی میں ۱ : ۱۷۱ پر ہے۔

خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَ فِي بَعْضِ الْاَخْبَارِ وَلَوْ اَشَاءُ اَنْ اُسَمِّيَ الثَّالِثَ لَفَعَلْتُ — حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبیؐ کے بعد اس امت کے بہترین آدمی ابوبکر اور عمر ہیں اگر میں چاہوں تو تیسرے آدمی کا نام بھی لے سکتا ہوں۔

یہ روایت حضرت علیؓ سے متواتر ہے۔ ان کے نزدیک اس اُمّت میں سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ شیخین کو بُرا بھلا کہنا حضرت علیؓ کے نزدیک جرم قابلِ سزا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے عمل سے کر دکھایا۔

اس کے بعد بھی صحابہؓ کے متعلق رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے اعلانِ خداوندی میں کسی کو شک باقی رہ جاتا ہے تو یہ ایک لاعلاج مرض ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ۔

فضائل شیخین بزبانِ حق ترجمان ائمہ کرام علیہم الرضوان

جن حضرات کی حق شناسی، حق پرستی اور للّٰہیت کی شہادت ربّ العلمین خود دے اور زبانِ رسالت سے اس اجمال کی تفصیل بھی سُنا دی جائے تو مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر یہ واضح کرنے کے لیے کہ اہلِ بیت نبویؐ کے دلوں میں ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے متعلق کس قدر عقیدت تھی۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کرامؓ کے ارشادات کا ذکر کر دیا جائے اور ان حضرات کی مستند کتابوں سے اقتباس پیش کئے جائیں جن کے نزدیک ائمہ کرامؓ کا ارشاد قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

1۔ احتجاج طبرسی میں یحییٰ ابن اکثم کی روایت موجود ہے کہ امام باقرؓ سے سوال کیا:

اِنَّہٗ نَزَّلَ جِبْرَئِیْلُ عَلٰی	حضرت جبرئیل رسولؐ خدا پر
رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	نازل ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ
وَ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ	آپ کو سلام فرماتے ہیں،
اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقْرَئُکَ	اور فرمایا کہ ابُوبکر صدیقؓ
السَّلَامَ اَوْیَقُوْلُ لَکَ	سے دریافت کریں کہ کیا
سَلْ اَبَا بَکْرٍؓ ھَلْ ھُوَ	وہ ہم سے راضی ہے
رَاضٍ عَنِّیْ فَاِنِّیْ عَنْہُ	میں تو اس پر راضی

رَاضٍ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلِ اَبِیْ بَكْرٍ۔ وَ قَالَ يَحْيٰى رُوِیَ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرؓ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (ابی جعفر) لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلِ عُمَرؓ وَ لٰكِنْ اَبَا بَكْرٍؓ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرؓ (احتجاج طبرسی ص۲۳۹)

ہوں۔ پس امام باقر نے فرمایا کہ میں ابوبکرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ یحییٰ کہتا ہے کہ امام صاحب سے یہ بیان کیا گیا کہ سکینہ حضرت فاروقؓ کی زبان پر بولتی ہے تو امام باقر نے فرمایا کہ میں عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں ہاں ابوبکرؓ صدیق عمر فاروقؓ سے افضل ہیں۔

۲۔ تفسیر قمی میں زیر آیت غار یہ روایت درج ہے :-

فَاِنَّهٗ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ بَعْضِ رِجَالِهٖ رَفَعَهٗ اِلٰى اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى سَفِيْنَةِ جَعْفَرٍ وَاَصْحَابِهٖ تَقُوْمُ فِی الْبَحْرِ وَاَنْظُرُ اِلَى الْاَنْصَارِ مُخْتَبِتِيْنَ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے تو آپ نے ابوبکرؓ سے فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور انصار کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے صحنوں میں خوشیاں منا رہے ہیں، تو ابوبکرؓ نے عرض

فِیْ اَعْیُنِہِمْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ	کیا یا رسول اللہ کیا آپ
تَرَاھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ	دیکھ رہے ہیں آپؐ نے فرمایا
قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرِنِیْہِمْ	ہاں صدیقؓ نے عرض کی کہ
فَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَرَاھُمْ	حضورؐ مجھے بھی دکھائیے حضورؐ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی	نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ	تو وہ دیکھنے لگے تو حضورؐ نے
الصِّدِّیْقُ (تفسیر قمی مطبوعہ تہران ج ۲ : ۱۵۷)	فرمایا تو صدّیقؓ ہے۔

جو شخص بزعم خویش محبّان اہلِ بیت کے نزدیک سب سے زیادہ مطعون ہے اسی کے متعلق ائمہ اہل بیت شہادت دے رہے ہیں کہ بارگاہِ رسالت سے اسے صدّیق کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدّیق کا خطاب دیں اور اہل بیت اس کی شہادت دیں مگر محبّانِ اہلِ بیت اس پر طعن کریں تو اسے کیا کہیئے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدّیق اکبرؓ کو علی المرتضےٰؓ پر فضیلت حاصل ہے وہ یوں کہ غزوۂ خیبر میں حضرت علیؓ کو ایک جسمانی وصف شجاعت کی وجہ سے نبی کریمؐ نے حیدر کرار کے لقب سے نوازا اور رفیق خاص ابوبکرؓ کو ایک روحانی وصف کمال صدق و دیانت کی وجہ سے صدّیق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اور آیت قرآنی کی رُو سے نبی کے بعد سب سے افضل مقام صدیق کا ہے۔

غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علیؓ کی دُکھتی ہوئی آنکھوں پر دستِ مبارک پھیرا تو آشوبِ چشم دُور ہوا اور بصارت درست ہوگئی اور غار میں صدّیق اکبرؓ کی مادی آنکھوں پر دستِ مبارک پھیرا اور روشن ضمیر بنا دیا، بصارت اور بصیرت میں جو فرق ہے وہی فرق حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی شان میں ہے

مگر دل کا اندھا اس فرق کو کیونکر سمجھے۔

قاضی نور اللہ سوستری نے لکھا ہے کہ حضور اکرمؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے فرمایا۔

مَا سَبَقَكُمْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَوْمٍ	ابوبکرؓ کو نماز روزہ کی وجہ سے تم پر
وَالصَّلٰوةِ وَلٰكِنْ بِشَيْءٍ	فضیلت حاصل نہیں بلکہ ایک چیز ہے
وَقَرَ فِيْ قَلْبِهٖ۔	جو اس کے قلب میں مرکوز کر دی ہے

(مجالس المومنین مجلس سوم ص۸۹)

یہ وہی بصیرت ہے جس کا ذکر تفسیر قمی کی روایت میں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ابوبکرؓ صدیق اکبر بن گئے اور امت میں سب سے افضل ٹھہرے۔

۳۔ تفسیر امام حسن عسکری سے ایک طویل بیان کے کچھ اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيْهِ يَا	حضرت جبریلؑ بحکم خدا نبی
مُحَمَّدُ اِنَّ الْمَلَاءَ	کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر
الْاَعْلٰى يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ	وحی لائے کہ اے محمدؐ!
وَيَقُوْلُ لَكَ اِنَّ اَبَا جَهْلٍ	اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے
وَالْمَلَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ	ہیں اور ارشاد فرماتے
دَبَّرُوْا عَلَيْكَ يُرِيْدُوْنَ	ہیں کہ ابوجہل اور قریش
قَتْلَكَ .... وَاَمَرَكَ	کی جماعت آپ کے قتل
اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ	کا مصمم ارادہ کر چکی ہے
فَاِنَّهٗ اِنْ اٰنَسَكَ	لہٰذا آپ کو چاہیئے کہ
وَسَاعَدَكَ وَوَازَرَكَ وَ	ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر
ثَبَتَ عَلٰى مَا يُعَاهِدُكَ	بنائیں اگر وہ آپکی موانست

وَيُعَاقِدُكَ كَانَ فِي
الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ
وَفِي غُرَفَاتِهَا مِنْ
خُلَصَائِكَ ...... ثُمَّ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ
اَرَضِيْتَ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيْ
يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا
اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّكَ
اَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى
مَا اَدَّعِيْهِ فَتَحْمِلُ عَنِّيْ
اَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ
اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمُرَ
الدُّنْيَا اُعَذَّبُ فِيْ جَمِيْعِهَا
اَشَدَّ عَذَابٍ لَا يُنْزَلُ
عَلَيَّ مَوْتٌ مُرِيْحٌ وَلَا
فَرَجٌ مُنِيْحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ
فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ
اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ
اَتَنَعَّمَ فِيْهَا وَاَنَا مَالِكٌ

کریں گے اور عہد پر
قائم رہیں گے تو جنت
میں بلکہ اعلیٰ طبقہ علیین میں
آپ کے رفیق ہوں گے۔
پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر
کیا تم اس بات کو پسند کرتے
ہو کہ تم میرے ساتھ ہی
رہو اور میری طرح کفار قریش
تیرے قتل کے درپے بھی ہوں
اور یہ بھی مشہور ہو جائے کہ
تم ہی نے مجھے دعویٰ نبوّت
پر آمادہ کیا ہے اور میری
رفاقت کے سبب تم طرح طرح
کی تکالیف میں مبتلا ہو،
ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول
اللہ میں وہ ہوں کہ آپ
کی محبّت میں مجھے سخت
ترین مصائب اور بلیات
میں مبتلا کیا جائے۔ نہ موت
آئے نہ رہائی کی کوئی صورت

لِجَمِيْعِ مَمَالِكِ مُلُوكِهَا فِي مُخَالَفَتِكَ وَهَلْ أَنَا وَمَالِيْ وَوَالِدِيْ وَأَهْلِيْ إِلَّا فِدَاءٌ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاجَرَمَ أَنْ أَطْلَعَ عَلَى اللهِ عَلَى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَىٰ عَلَىٰ لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ بِمَنْزِلَةِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ -

(تفسیر امام حسن عسکری مطبوعہ جعفری ص ۱۸۹)

پیدا ہو تب بھی مجھے حضورؐ کی معیت زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ آپکو چھوڑ کر میں دنیا میں خوشحال رہوں اور سلاطینِ عالم کی حکومتوں کا مالک بن جاؤں میری جان و مال اور اہل و عیال آپ پہ فدا ہوں، یہ سُن کر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تیری زبان و قلب کو موافق پایا تو یقیناً تمہیں میرے ساتھ وہ تعلق ہوگا جو کان، آنکھ اور سر کو جسم سے ہے اور میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو رُوح کو بدن سے ہے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضورؐ سے جو عہد کیا تھا وہ عمل سے پورا کر دکھایا اور وفا کا صرف حق ہی ادا نہیں کیا بلکہ وفا کی مثال قائم کر دی اور حضورؐ کی محبّت میں گھر بار، جان و مال اور اہل و عیال سب کچھ قربان کر دیا۔

یہاں یہ واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ مُلّا باقر مجلسی نے ان روایات کے ترجمہ کرنے میں ناانصافی کی انتہا کر دی ہے مگر پھر یہ الفاظ ان کے قلم سے نکل ہی گئے۔

ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری (حیاۃ القلوب ۲: ۳۱۰)

کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر بنائیے۔

علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی مقبول تفسیر "خلاصۃ المنہج" میں لکھتے ہیں کہ :-

"پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المؤمنین علی را در جائے خود بخوابانید و برفاقت ابوبکر بیروں آمد در ہماں شب بداں غار متوجہ شد"

جب شیخ عبد الجلیل قزوینی شیعہ عالم کے ایک ہمعصر سُنّی عالم نے ان پر اعتراض کیا کہ ابوبکرؓ کی رفاقت کی وجہ جو تم لوگ بیان کرتے ہو وہ تو بالکل بے تکی معلوم ہوتی ہے تو شیخ عبد الجلیل نے جو جواب دیا قاضی نور اللہ شوستری نے یوں بیان کیا ہے :-

"جناب شیخ در جواب نوشتہ کہ ایں کلمات نہ مذہب علمائے شیعہ است بلکہ عوام وا وباش بطریق استہزار گویند اگر رسولؐ شب غار از ابوبکر ترسید واز عمر و عثمان ہم می ترسید پس بایستے کہ ہر سہ را باخود بروے پس چنانکہ پیغمبرؐ پنہانے دیگراں می رفت پنہانے ابوبکر تیز می رفت وہمہ حال رفتن و بردن ابوبکر بے حکم خدا نباشد"

ائمہ کرام کے ارشادات اور مجتہدین شیعہ کے اقرار کے بعد اب اس حقیقت کے انکار کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہجرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبرؓ کی رفاقت ومعیت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے طور پر عمل میں آئی مگر یہ رفاقت نہ عارضی تھی نہ وقتی بلکہ ہر حال میں قائم رہی اور ابدی تھی۔

قریش نے تین سال تک حضور اکرمؐ سے بائیکاٹ کئے رکھا اور آپ شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ ان ایام مصیبت میں بھی صدیق اکبرؓ حضورؐ کے ساتھ تھے۔ اس ابتلار کے خاتمے پر ابوطالب کے جو اشعار نقل کئے گئے ہیں ان سے یہ حقیقت واضح ہے۔

قَضَوا مَا قَضَوا فِی	انہوں نے رات کو جو فیصلہ کیا
لَیلِھِمْ، ثُمَّ صَبَّحَا عَلَیٰ	سو کیا پھر صبح ہوئی اور تمام

سَهْلٍ وَسَائِرُ النَّاسِ رُقَّدٌ وا — آدمی ابھی سو رہے تھے انہوں
وَهُمْ رَجَعُوا سَهْلَ بْنَ — نے سہل بن بیضاء کو راضی
بَيْضَاءَ رَاضِيًا وَ رَضِيَ — کر کے لوٹایا اور اس سے
اَبُوبَكْرٍ لَهَا وَمُحَمَّدٌ — ابوبکرؓ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ
(ناسخ التواریخ ۲ . ۶۲۲) — علیہ وسلّم راضی ہوئے۔

غزوۂ بدر میں صدیق اکبرؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے رفیق ہی نہیں تھے مشیر بھی تھے۔

ابوبکر نزد نبی داشت جا — بگفت اے بحق خلق را رہنما
در آمد بتنگی سپاہِ ضلال — چہ فرمائی اکنوں برائے قتال

حملۂ حیدری ۱ : ۸۳

اسی کتاب میں عروہ سے مکالمہ کے سلسلے میں صدّیق اکبرؓ کے جوشِ حمیت اور محبّتِ رسولؐ کا اظہار کیا گیا ہے اس کا عنوان ہے "آمدن عروہ بخدمت خیر البشر واستفسار نمودن از مکنون خاطر اطہر و معاوضہ نمودن ابوبکر صدّیقؓ"۔

عروہ کی بات سُن کر ابوبکرؓ کی کیفیت کا اظہار یوں کیا گیا ہے۔

بر آشفت صدّیق ازاں گفتگو

اس برآشفتگی پر عروہ کا ردِّعمل یہ بیان ہوا ہے۔

بپرسید کیں مرد پرشور کیست — کدام است او را نسب نام چیست
جواب ملا: چنیں گفت با عروہ آنمرد دیں — کہ باشد ابوبکر صدّیق ایں

حملہ حیدری ۲ : ۲۱۱

پھر حدیبیہ میں صدّیق اکبرؓ کا حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہونا صاحب حملہ حیدری نے یوں بیان کیا ہے۔

عنوان ہے: "مناظرہ حضرت فاروقؓ با حضرت صدیقؓ"

ایک شعر ہے:

از دہم بدانگونہ پاسخ شنید — کہ سابق ز صدیق شنیدہ بود

(حملہ حیدری ۱: ۲۲۲)

پھر خیبر میں ایک روز صدیق اکبرؓ نے جھنڈا سنبھالا تھا۔

"روز دیگر صدیق اکبر رایت برگرفت" (حملہ حیدری ۲: ۱۶)

ان روایات میں اس امر کا کھلا اقرار ہے کہ ہجرت کے علاوہ غزوات میں مصائب وبلیات میں اہم معاملات میں صدیق اکبرؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی معیت اور رفاقت حاصل رہی اور اس دُنیا سے چلے جانے کے بعد بھی حضورؐ کی رفاقت نصیب ہوئی بعث بعد الموت بھی رفاقت اور معیت نصیب ہو گی۔

متذکرہ بالا روایات اور حملہ حیدری میں دوسرے متعدد مقامات پر شیخین کا ذکر صدیق اور فاروق کے الفاظ سے کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے ان حضرات کو ان ہی القاب سے پکارا جاتا تھا، اخیار کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا اور خود متقدمین شیعہ علماء کے ہاں بھی یہی عمل رہا۔ بعد والوں نے جب اپنے مذہب کو مسخ کیا تو یہ القاب بھی اپنے لٹریچر سے غائب کر دیے۔

۴۔ صدیق اکبرؓ کی فضیلت کے متعلق شیعہ کی تفسیر مجمع البیان میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

قال تعالیٰ وَالَّذِی جَاءَ
بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ
فَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ
قِیْلَ وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ

رَسُولُ اللّٰهِ وَصَدَّقَ بِهٖ
اَبُوْبَکْرٍؓ

ائمہ اہل بیت نے شیخینؓ کی فضیلت ہی بیان نہیں فرمائی بلکہ ان کے عمل کو دین میں حجت کا مقام دیا ہے اور ان لوگوں کو گمراہ قرار دیا ہے جو شیخینؓ کے مقام نہیں پہچانتے یا ان پر طعن کرتے ہیں۔

۵۔ "کشف الغمہ" شیعہ کے ہاں نہایت معتبر اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ مولوی حامد حسین لکھنوی اپنی کتاب استقصاء الافہام میں کشف الغمہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"آنچہ در کشف الغمہ" مذکوراست آنجا اہل الحق مقبول میسازند و بر انکار آں نمی پردازند۔"

اس کتاب میں ایک روایت مذکور ہے۔

حَدَّثَنَا یُوْنُسُ بْنُ بَکْرٍ	کہتا ہے کہ میں نے امام باقر
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجَعْفِی	سے سوال کیا کہ تلوار کا قبضہ
بْنِ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ	چاندی کا بنوانا جائز ہے کیا؟
قَالَ سَاَلْتُ اَبَا جَعْفَرَ	فرمایا کہ ہاں اس لئے کہ ابوبکر
مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ عَنْ	صدیقؓ نے اپنی تلوار پر چاندی
حُلْیَةِ السَّیْفِ فَقَالَ	کا قبضہ لگوایا تھا، راوی کہتا
لَا بَاْسَ بِهٖ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ	ہے کہ میں نے کہا کہ اے
الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	امام! آپ بھی ابوبکر صدیقؓ
قَبْضَةَ سَیْفِهٖ قَالَ قُلْتُ	فرماتے ہیں یہ سنتے ہی
اَتَقُوْلُ الصِّدِّیْقُ؟ قَالَ	امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے
فَوَثَبَ الْاِمَامُ وَثَبَتَهٗ	اور قبلہ کی طرف رُخ کیا

وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ قَالَ	اور فرمایا ہاں وہ صدّیق ہے
نِعْمَ الصِّدِّيقُ نِعْمَ الصِّدِّيقُ	ہاں وہ صدّیق ہے اور جو
فَمَنْ لَّمْ يَقُلْ لَهٗ فَلَا	شخص اسے صدّیق نہ کہے
الصِّدِّيقُ صَدَقَ اللّٰهُ لَهٗ	اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق دنیا
قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ،	اور آخرت میں نہ کرے۔

(کشف الغمہ ص ۱۸۵)

اس روایت سے کئی امور واضح ہو گئے۔

(۱) امام باقر نے جائز و ناجائز سے متعلق ایک دینی مسئلہ میں صدّیق اکبرؓ کے فعل کو حجت اور دلیل قرار دیا۔

(۲) نادان لوگوں نے غلط عقائد خود گھڑ لیے اور اپنے آپ پر قیاس کر کے ائمہ اہل بیت کو ایسا ہی سمجھا گیا۔

(۳) جب ائمہ کی طرف سے ان کے من گھڑت عقائد کے خلاف شیدائیان رسولؐ کی عظمت کا اظہار ہوا تو اپنی اصلاح کرنے کی بجائے ائمہ کی بات پر تعجب ہونے لگا۔

(۴) ائمہ اہل بیت نے جب دیکھا کہ کوئی شخص صدّیق اکبرؓ جیسے عظیم صحابی کی عظمت میں کوئی کمی کرتا ہے تو اس گستاخی کو برداشت نہ کر سکے۔

(۵) امام نے صدّیق اکبرؓ کی عظمت کا اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ اعلان کیا اور تکرار سے اعلان کیا۔

(۶) صدّیق اکبرؓ کی شان میں کمی کرنے والے کے لیے بد دُعا کی کہ اس کی دنیا اور آخرت برباد ہو، گویا ایسے شخص کی دُنیا اور آخرت کی تباہی کی اطلاع دیدی۔

(۷) اہل بیت کو ہادی اور رہبر سمجھنے والوں کے لیے درس عبرت ہے۔

٦۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ يَا جَابِرُ بَلَغَنِيْ اَنَّ قَوْمًا بِالْعِرَاقِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ يُحِبُّوْنَنَا وَيَتَنَاوَلُوْنَ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَيَزْعُمُوْنَ اَنِّيْ اَمَرْتُهُمْ بِذٰلِكَ فَاَبْلِغْهُمْ اَنِّيْ اِلَى اللّٰهِ عَنْهُمْ بَرِيْءٌ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ وُلِّيْتُ لَتَقَرَّبْتُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِدِمَائِهِمْ لَاَنَالَتْنِيْ شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ اِنْ لَمْ اَكُنْ اَسْتَغْفِرُ لَهُمَا وَتَرَحَّمُ عَلَيْهِمَا اِنَّ اَعْدَاءَ اللّٰهِ لَغَافِلُوْنَ عَنْهُمَا۔

(حلیۃ ص ۱۸۵)

جابر کا بیان ہے کہ مجھے امام باقر زین العابدین نے کہا کہ اے جابر مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے ان کا گمان ہے وہ ہمیں دوست رکھتے ہیں اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے اُنہیں (شیخین کو) بُرا بھلا کہنے کو کہا ہے انہیں میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں خدا سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں ان سے بری ہوں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں اور قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں والی بنایا جاتا تو ان کے قتل کرنے سے اللہ کا تقرب حاصل کرتا مجھے نبی کریمؐ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں (شیخین) کے لیے استغفار نہ کروں یقیناً یہ اللہ کے دشمن شیخین کی شان سے غافل ہیں۔

٧۔ عَنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْجَعْفَرٍ

جابر جعفی کہتا ہے کہ جب میں امام باقر سے الوداع کہہ

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا وَدَعْتُهُ اَبْلِغْ اَهْلَ الْكُوفَةِ اَنِّيْ بَرِئٌ مِمَّنْ تَبَرَّئَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَرْضَاهُمَا۔

(حلیۃ ص ۱۸۵)

ےکے کوفہ آنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اہلِ کوفہ کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ سے بیزار ہے۔

۸۔ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ فَضْلَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَدْ جَهِلَ السُّنَّةَ

(حلیۃ ۱۸۵)

امام باقرؒ نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی فضیلت کو نہیں پہچانتا وہ سُنّت رسُولؐ سے جاہل ہے۔

۹۔ عَنْ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ قَالَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوسلیمان کہتا ہے میں نے امام محمّد باقر سے آیت انما ولیکم اللہ الخ کی تفسیر پوچھی تو امام نے فرمایا کہ اس سے مراد اصحاب رسُولؐ ہیں میں نے کہا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ اس سے حضرت علیؓ مراد ہیں تو آپ نے

قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ هُوَ عَلِیٌّ	فرمایا کہ علی ان مومنوں میں
قَالَ عَلِیٌّ مِنْهُمْ۔	داخل ہیں ۔

(حلیۃ ۱۸۵)

متذکرہ بالاچار روایات سے چند امور کی وضاحت ہوتی ہے

(۱) امام باقرؒ نے ان لوگوں کو خدا کا دشمن قرار دیا جو فضیلت شیخینؓ کے منکر ہیں۔

(۲) امام باقرؒ نے ان لوگوں کے اس دعوے کی تردید کی کہ امام باقرؒ شیخینؓ سے برأت کا حکم دیتے ہیں۔

(۳) امام نے منکرین فضیلت شیخینؓ کے مرکز کوفہ میں اہتمام سے پیغام بھیجا کہ میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جو شیخینؓ کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں۔

(۴) امام باقرؒ نے وضاحت فرمادی کہ جو شخص شیخینؓ کی فضیلت کا منکر ہے وہ دراصل سُنّت رسولؐ کا منکر ہے۔

(۵) امام نے آیت قرآنی کی تفسیر کے سلسلے میں شیعہ کی غلط تعبیر اور غلط تاویل کی اصلاح فرمادی اور واضح فرما دیا کہ ولیکم اللہ سے مراد صرف حضرت علیؓ نہیں بلکہ صحابہؓ کی جماعت ہے جس میں سرفہرست شیخینؓ کا نام آتا ہے۔

۱۔ عَنْ فُرَاتِ بْنِ الْمَسَائِبِ	فرات بن سائب کہتے ہیں
قَالَ سَأَلْتُ مَيْمُوْنَ بْنَ	میں نے میمون بن مہران سے
مِهْرَانَ قُلْتُ عَلِیٌّ أَفْضَلُ	سوال کیا اور کہا کہ آپ کے
عِنْدَكَ أَمْ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ	نزدیک حضرت علیؓ افضل ہیں یا
فَارْتَعَدَ حَتّٰى سَقَطَتْ	ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ آپ کانپ
عَصَاهُ مِنْ يَدِهٖ ثُمَّ	اُٹھے اور آپ کے ہاتھ سے
قَالَ مَا كُنْتُ أَظُنُّ	لاٹھی گر پڑی پھر فرمایا

اَنْ اَبْقِيَ اِلٰى زَمَانٍ	مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اس
يَعْدِلُ بَيْنَهُمَا زُرْهُمَا	زمانے تک زندہ رہوں گا جس
كَاَنَا رَاسِيِ الْاِسْلَامِ وَرَاسِيِ	میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ کسی کو
الْجَمَاعَتِ فَقُلْتُ فَاَبُوبَكْرٍ	برابر سمجھا جائے گا۔ ان دونوں
كَانَ اَوَّلُ اِسْلَامًا اَوْعَلِيٌّ	کی کیا پوچھتے ہو یہ دونوں اسلام
قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اٰمَنَ	کے اور جماعت کے سردار تھے۔
اَبُوبَكْرٍ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	پھر میں نے پوچھا کیا ابوبکرؓ پہلے
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ بَحِيْرَةِ ،	اسلام لائے تھے یا علیؓ فرمایا کہ اللہ
الرَّاهِبِ حِيْنَ مَرَّبِهٖ ۔	کی قسم ابوبکرؓ تو بحیرہ راہب کے
(حلیہ ۴ : ۹۳)	زمانے میں ایمان لائے تھے جب انکا
	گزر اس کے پاس ہوا"۔

حملہ حیدری جلد اوّل میں اس روایت کی تصدیق کی گئی ہے، ہاں وہاں بحیرہ کو راہب کی بجائے کاہن کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے، پورا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

۱۱۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ	امام زین العابدین سے
قَالَ اَتَانِيْ نَفَرٌ مِنْ	روایت ہے کہ میرے
اَهْلِ الْعِرَاقِ فَقَالُوْا	پاس عراق کی ایک
فِيْ اَبُوبَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ	شیعہ جماعت آئی اور
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا	اصحاب ثلاثہ کے حق
فَرِغُوْا قَالَ لَهُمْ عَلِيٌّ	میں ناروا الفاظ کہے،
بْنُ الْحُسَيْنِ اَلَا تُخْبِرُوْنِيْ	جب کہہ چکے تو امام

أَنْتُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الَّذِیْ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ ۔

زین العابدینؓ نے ان سے کہا کیا تم مہاجرین اوّلین سے ہو جن کے اوصاف قرآن نے یہ بیان کئے ہیں۔

قَالُوْا، لَا ، قَالَ فَاَنْتُمُ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، قَالُوْا: لَا۔ قَالَ اَمَّا اَنْتُمْ فَقَدْ تَبَرَّاْتُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنْ اَحَدِ هٰذَیْنِ الْفَرِیْقَیْنِ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّكُمْ لَسْتُمْ مِنَ الَّذِیْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

جواب میں عراقیوں نے کہا کہ ہم ان مہاجرین میں سے تو نہیں ہیں امام نے کہا تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جن کے متعلق قرآن نے یہ فرمایا ...... انہوں نے کہا کہ ہم ان انصار میں سے بھی نہیں ہیں پھر امام نے فرمایا کہ تم نے اقرار کر لیا ہے کہ تم ان دو جماعتوں یعنی مہاجرین اور انصار سے تعلق نہیں رکھتے ہو پھر فرمایا کہ میں سُنا دیتا ہوں

اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ	کہ تم بعد میں آنے والے
سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ	مسلمانوں میں سے بھی
فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	نہیں ہو جن کے متعلق قرآن
رَبَّنَا اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ....	نے یہ فرمایا ....
اُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ۔	اس لیے میرے پاس سے نکل جاؤ
(حلیہ ۳ : ۱۳۷)	خدا تمہیں غارت کرے ۔

امام زین العابدین نے قرآن مجید کی تین آیات پیش کر کے عراقی شیعہ جماعت پر واضح کر دیا مسلمانوں کی صرف تین ہی جماعتیں ہو سکتی ہیں، اوّل مہاجرین جنہوں نے اللہ اور رسولؐ کی محبّت میں اپنا وطن چھوڑا ، دوم انصار جنہوں نے ان بے وطن مہاجرین کو اپنے ہاں یوں بسایا جیسے گھر کے افراد ہیں ۔ سوم بعد میں آنے والے جنہوں نے مہاجرین اور انصار کا اتباع کیا ان کے نقوش قدم پر چلے ۔ اور مہاجرین و انصار کے حق میں دُعا کریں اور دلوں میں ان کے متعلق کوئی میل اور کھوٹ نہ رکھیں ۔

اب جو شخص اہل بیت سے محبّت یا اتباع کے تعلق کا داعی ہو اسے اپنے متعلق سوچ لینا چاہیئے کہ ان تین جماعتوں میں کہیں اس کا مقام ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو لازماً وہ امام کے ارشاد کے مطابق اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جسے امام نے اپنی مجلس سے دھتکار کر نکال دیا ۔

اللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه